باب 9

عہد نبوی ﷺ

سوال: حضور اکرم ﷺ کی قبل از بعثت چالیس سالہ زندگی کے اہم واقعات کو احاطۂ تحریر میں لائیے۔

جواب: حضور اکرم ﷺ کی قبل از بعثت چالیس سالہ حیاتِ طیبہ

ولادت باسعادت:

خاندان: حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو سرزمین مکہ میں چھوڑا تھا۔ حضرت اسماعیلؑ یہیں پرورش پاتے رہے۔ پھر آپؑ کے بیٹے قیدار کی اولاد اسی سرزمین میں پھیلتی رہی۔ اسی قیدار کی اولاد میں عدنان ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا شجرہ نسب اس عدنان تک یقینی ہے' لیکن اس سے آگے بعض مقامات پر اختلاف ہے۔ اس عدنان کی نسل سے فہر نامی ایک شخص کا لقب قریش تھا اور آگے اسی کی مناسبت سے اس کی نسل قریشی کہلائی۔ فہر کی اولاد میں سے قصی جن کا اصل نام زید تھا وہ شخصیت تھے کہ جنہوں نے قریش کی بکھری ہوئی طاقت کو دوبارہ جمع کیا۔ قصی کے پوتے ہاشم تھے کہ جن کا اصل نام عمرو تھا۔ ان کی اولاد ان کی مناسبت سے ہاشمی کہلوائی۔ حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب جن کا اصل نام شیبہ تھا اسی ہاشم کے بیٹے تھے۔

والدین: حضور اکرم ﷺ کے والد کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب تھا اور والدہ کا نام آمنہ بنت وھب تھا۔

ولادت: نبی رحمت ﷺ کی ولادت عام الفیل میں واقعہ فیل کے پچاس دن بعد 12 ربیع الاول بمطابق 20 یا 22 اپریل 571ء بروز پیر صبح کے وقت مکہ میں عبدالمطلب کے گھر میں ہوئی۔ عبدالمطلب کو اطلاع دی گئی تو وہ خوشی خوشی اپنے گھر آئے اور اپنے یتیم پوتے کو خانہ کعبہ میں لے جا کر دعا کی۔ آپ ﷺ کے والد عبداللہ آپ ﷺ کی پیدائش سے چار ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔

نام: حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی والدہ آمنہ نے آپ ﷺ کا نام احمد ﷺ رکھا۔

قبل از نبوت مکی زندگی

رضاعت:

بنوسعد میں: سب سے پہلے آپ ﷺ کو خود آپ ﷺ کی والدہ آمنہ نے دودھ پلایا' پھر کچھ عرصہ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی اور سب سے زیادہ آپ ﷺ کو بنوسعد کی حلیمہ سعدیہ بنت ابوذویب نے دودھ پلایا جو کہ ابوکبشہ حارث بن عبدالعزیٰ کی بیوی تھیں۔ چار یا پانچ سال کی عمر تک آپ ﷺ انہی کے پاس رہے۔

رضاعی بہن بھائی:

ثوبیہ نے آپ ﷺ کے علاوہ اپنے بیٹے مسروح' آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا تھا۔ چنانچہ ثوبیہ کی مناسبت سے یہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔ حلیمہ سعدیہ کا اپنا ایک بیٹا عبداللہ اور دو بیٹیاں انیسہ اور حذافہ یا جذامہ تھیں۔ انہی حذافہ یا جذامہ کا لقب شیما تھا۔ چنانچہ یہ آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی تھے۔ علاوہ ازیں حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کے چچا

www.downloadclassnotes.com

زاد بھائی ابوسفیان بن حارث کو بھی دودھ پلایا تھا' لہٰذا وہ بھی آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے۔

واقعہ شق صدر:

ولادت سے چوتھے یا پانچویں سال میں جبکہ آپ ﷺ ابھی بنو سعد میں ہی تھے شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرائیل آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا سینہ چاک کر کے دل نکالا اور پھر دل میں سے ایک لوتھڑا نکال کر الگ کر دیا اور فرمایا کہ یہ تم سے شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل کو ایک طشت میں رکھ کر آب زم زم سے دھویا اور دوبارہ اسے جوڑ کر اس کی جگہ پر لگا دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کے متعلق خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے حوالے کر دیا۔

والدہ کے پاس واپسی:

دو سال تک حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلانے کے بعد حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو مکہ لائیں۔ لیکن ان دنوں مکہ میں کوئی وبا پھیل رہی تھی اس لئے آپ ﷺ کی والدہ آمنہ کی اجازت سے حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو دوبارہ اپنے ساتھ لے گئیں۔ اس طرح آپ ﷺ رضاعت کے بعد بھی بنو سعد میں رہے۔ پھر باختلاف روایات چار یا پانچ سال کی عمر میں حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دوبارہ آپ ﷺ کی والدہ کی آغوش میں دے دیا۔

سفر مدینہ:

والد کی قبر پر: حضور اکرم ﷺ کے والد عبداللہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل ہی یثرب (مدینہ کا پرانا نام) میں وفات پا چکے تھے اور وہیں پر مدفون تھے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ اپنے یتیم بیٹے' اپنی خادمہ ام ایمن اور اپنے سسر عبدالمطلب کے ہمراہ آپ ﷺ کے والد عبداللہ کی قبر پر مدینہ گئیں۔

والدہ کا انتقال: مدینہ کے اسی سفر سے واپسی پر دوران سفر آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بیمار ہو گئیں اور ابواء کے مقام پر وفات پا گئیں۔ اسی مقام پر انہیں دفن کر دیا گیا اور آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب اور ام ایمن کے ہمراہ مکہ واپس آ گئے۔

عبدالمطلب کی وفات: والدہ کی وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے سایۂ شفقت میں رہے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ابھی صرف آٹھ سال کی تھی تو آپ ﷺ کے شفیق دادا عبدالمطلب بھی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے اور آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے پاس آ گئے۔

سفر شام: دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے پاس رہے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی تو ابو طالب تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کو بھی ہمراہ لے گئے۔ بصریٰ کے مقام پر جرجیس نامی ایک راہب سے ملاقات ہوئی جو کہ اپنے لقب بحیرٰی سے معروف تھا۔ بحیرٰی آپ ﷺ کو علامات نبوت سے پہچان گیا اور اس نے ابو طالب کو مشورہ دیا کہ اس بچے کو مزید آگے نہ لے جائیں' کیونکہ یہودی اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ چنانچہ ابو طالب نے راستے ہی سے آپ ﷺ کو بعض غلاموں کے ہمراہ واپس بھیج دیا۔ بحیرٰی راہب کو بعض نے یہودی بتلایا ہے لیکن علامہ ابن کثیرؒ کی رائے کے مطابق وہ نصرانی (عیسائی) تھا۔

حرب فجار: حرب فجار ایک جنگ کا نام ہے کہ جس میں ایک طرف قریش اور بنو کنانہ تھے اور دوسری طرف قیس عیلان تھے۔ سہیل کے بیان کے مطابق عرب میں چار حرب فجار ہوئی ہیں اور یہ ان میں سے آخری تھی کہ جس میں آپ ﷺ نے شرکت فرمائی۔ اس حرب فجار کو فجار براض کہا جاتا ہے۔ سہیل کے بیان کے مطابق یہ جنگ چار دن تک جاری رہی۔ آپ ﷺ نے اس میں صرف تیسرے دن شرکت فرمائی تھی۔ آپ ﷺ کی شرکت صرف اپنے چچاؤں کو تیر پکڑانے کی حد تک تھی۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی جبکہ ابن ہشام کا کہنا ہے کہ چودہ یا پندرہ سال تھی۔ یہ جنگ شعبان کے مہینے میں ہوئی۔

حلف الفضول:

حرب فجار کے چند ہی ماہ بعد اسی سال ذیقعد کے مہینے میں عبداللہ بن جدعان تیمی کے گھر قریش کے چند قبائل یعنی بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد بن عبدالعزیٰ، بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تمیم بن مرہ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا' جسے حلف الفضول کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اس معاہدے میں شرکت فرمائی۔ معاہدہ اس بات پر تھا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے سب مل کر اس کی مدد اور حمایت کریں گے۔ معاہدہ کے اصل محرک آپ ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ دراصل یہ ایک قدیم معاہدے ہی کی تجدید تھی۔ یہ قدیم معاہدہ عملی طور پر متروک ہو چکا تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک سے یہ معاہدہ دوبارہ زندہ ہوا۔ اس سے پہلے جو قدیم معاہدہ تھا وہ تین ایسے افراد کی تحریک سے ہوا تھا کہ ان تینوں کے نام ہی فضل تھے۔ اس لئے اس معاہدے کو حلف الفضول کہا جاتا ہے۔

کسبِ معاش:

شام کا سفر: جوانی کے زمانہ میں رحمت عالم ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی کی۔ حضرت خدیجہؓ جو کہ ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں اور اپنا مال مضاربت پر دیا کرتی تھیں آپ ﷺ ان کا مال لے کر تجارت کی غرض سے ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔

نطور راہب سے ملاقات: تجارت کے اس سفر کے دوران ایک مقام پر آپ ﷺ ایک درخت کے سائے تلے آرام فرما رہے تھے کہ ایک راہب جو کسی قریبی خانقاہ میں سے دیکھ رہا تھا، اس نے میسرہ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ میسرہ نے کہا کہ مکہ کا ایک قریشی ہے۔ اس پر اس راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کبھی کوئی نہیں بیٹھا۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے اس راہب کا نام نطور ذکر کیا ہے۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی:

نکاح: شام کے تجارتی سفر سے واپسی پر حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کے سامنے حضور اکرم ﷺ کی امانت و دیانت اور آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی بہت زیادہ تعریف کی اور نطور راہب کی کہی ہوئی بات بھی بتلائی۔ حضرت خدیجہؓ خود بھی اپنے مال میں آپ ﷺ کی امانت و دیانت اور اس کے ساتھ ساتھ برکت کا بھی مشاہدہ کر چکی تھیں' چنانچہ وہ آپ ﷺ سے شادی کی طرف مائل ہو گئیں۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی سہیلی نفیسہ بنت منبہ کے ذریعے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے بات کی۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد کے پاس گئے اور انہیں شادی کا پیغام دیا جو کہ انہوں نے منظور کر لیا۔ حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد بن اسد اس سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ اس طرح سفر شام سے واپسی کے دو ماہ بعد پچیس سال کی عمر میں آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو گیا۔ حضرت خدیجہؓ اس سے پہلے بیوہ عورت تھیں اور ان کی عمر چالیس سال تھی۔ نکاح آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے پڑھایا۔

حضرت خدیجہؓ سے اولاد: حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور اکرم ﷺ کے دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ طیب اور طاہر انہی عبداللہ ہی کے لقب تھے۔ علاوہ ازیں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپ ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثوم، اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ آپ ﷺ کے صرف ایک صاحبزادے ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے' باقی ساری اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہی پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات تک حضور اکرم ﷺ نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

تعمیر کعبہ: کعبہ کی پرانی عمارت کمزور ہو چکی تھی اس لئے قریش نے یہ فیصلہ کیا کہ اس پرانی عمارت کو منہدم کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔ چنانچہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔ جب حجر اسود کی تنصیب کا وقت آیا تو ہر قبیلے کی یہ خواہش تھی کہ حجر اسود کی تنصیب کی سعادت اسے حاصل ہو جائے۔ اس بات پر ان کا آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ چار پانچ روز یہی جھگڑا جاری رہا اور جب نوبت خون خرابے تک پہنچنے والی تھی تو ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نامی ایک بزرگ آدمی نے یہ مشورہ دیا کہ اب جو آدمی سے پہلے مسجد میں داخل ہو اس پر

فیصلہ چھوڑ دیا جائے۔ ابوامیہ کی اس تجویز پر اتفاق رائے ہو گیا۔ اتفاقاً سب سے پہلے مسجد میں داخل ہونے والے محمد عربی ﷺ تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر وہ سب پکار اٹھے کہ ان پر ہم راضی ہیں، یہ محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے اس مسئلے کو انتہائی حکیمانہ انداز میں حل فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر حجر اسود اس پر رکھ دیا اور قریش کے تمام قبائل کے سرداروں کو مل کر چادر اٹھانے کا حکم دیا۔ سب نے چادر کو کونوں سے پکڑ لیا اور جب اس جگہ پہنچے کہ جہاں اس کی تنصیب ہونی تھی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پتھر کو چادر سے اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب فرما دیا۔

صداقت وامانت: نبوت سے قبل بھی حضور اکرم ﷺ کی ہر معاملہ میں صداقت وامانت مسلم تھی۔ اسی لئے آپ ﷺ کو صادق وامین کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔

نبوت: چالیس سال کی عمر میں حضور اکرم ﷺ کو نبوت سے سرفراز کر دیا گیا۔

سوال: بعثت نبوی ﷺ پر تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب

بعثت نبوی ﷺ

حضور اکرم ﷺ کا انتظار:

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے بہت پہلے سے سابقہ کتب کی پیشین گوئیوں کی بنا پر حجاز میں ایک نبی کی آمد کا متوقع ہونا معروف تھا اور لوگ آپ ﷺ کی بعثت کے منتظر تھے۔

یہود کا انتظار: یہود اپنی مذہبی کتب کے اشارات سے معلوم کر چکے تھے کہ ایک نیا نبی آنے والا ہے۔ یہود کے احبار اس بات کو بیان کیا کرتے تھے۔ یوشع اور ابن الہیبان کے بیانات اس کی واضح مثال ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بھی غالباً غلط نہیں ہوگا کہ یہود کے مدینہ آ کر آباد ہونے کی بڑی وجہ ہی یہی تھی کہ انہیں اپنی کتب کے اشارات سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ نبی ہجرت کر کے اس شہر میں آئے گا۔

نصاریٰ کا انتظار: حجاز کے علاقے میں اگرچہ نصاریٰ (عیسائیوں) کی کوئی خاص آبادی نہیں تھی لیکن دوسرے علاقوں کے نصاریٰ بھی بہر حال آپ ﷺ کی بعثت کے منتظر تھے، کیونکہ وہ بھی اپنی کتب کے اشارات سے ایک نئے نبی کی آمد کا متوقع ہونا معلوم کر چکے تھے۔ نصاریٰ کے رہبان بھی اس بات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ بحیریٰ راہب کا واقعہ ہم اس سلسلہ میں بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔

عرب کا انتظار: یہود و نصاریٰ کے علاوہ عرب کے کاہن بھی آپ ﷺ کی آمد کے متعلق پیشین گوئیاں کر رہے تھے۔ کاہن عمرو بن امیہ اور کاہنہ غیطلہ کا ذکر ہم بطور مثال کر سکتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل پیشین گوئی کر دی تھی۔ عرب کے یہ کاہن ستاروں سے بھی کچھ حساب کتاب لگا کر اندازے کر لیا کرتے تھے اور جنات بھی انہیں کچھ اس قسم کی خبروں کی آسمان سے سن کر اطلاع دے دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں یہود و نصاریٰ سے بھی انہیں ایک نئے نبی کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی۔

انتظار بھی، خواہش بھی: عرب میں یہ بات بھی آہستہ آہستہ معروف ہوتی جا رہی تھی کہ اس نئے نبی کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ چنانچہ بعض افراد نے اپنے بیٹوں کے نام اس خواہش میں محمد رکھے کہ شاید ہمارا بیٹا ہی نبی بن جائے۔ عثمان بن ربیعہ، سفیان بن مجاشع، اسامہ بن مالک، یزید بن ربیعہ، احیحہ بن جلاح، سلمہ انصاری، براء الکندی، حمران الجعفی اور خزاعی السلمی سب نے اپنے بیٹوں کے نام محمد اسی خواہش میں رکھے۔

رؤیائے صادقہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ پر وحی کی ابتداء رؤیائے صادقہ سے ہوئی کہ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہ اسی طرح حقیقت میں پورا ہو جاتا۔ چھ ماہ اس طرح سے گزرے۔

غار حرا: جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو آپ ﷺ کو تنہائی بہت محبوب ہو گئی اور آپ ﷺ مکہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر موجود غار حرا میں تشریف لے جاتے۔ اپنے کھانے پینے کے لئے ستو اور پانی وغیرہ ہمراہ لے لیتے اور کئی کئی روز تک اسی غار میں

www.downloadclassnotes.com

قیام فرماتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔

نزولِ وحی:

وحی کی ابتداء: غارِ حرا کے اسی قیام کے دوران ایک روز جب کہ آپ ﷺ عبادت میں مصروف تھے فرشتہ جبرائیل آئے اور آپ ﷺ سے کہا: اقرأ (پڑھیئے) آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: مـا انـا بقـاری (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)۔ حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ بھینچا اور پھر چھوڑ کر اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے پھر جواب میں وہی ارشاد فرمایا۔ فرشتے نے دوبارہ آپ ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ بھینچا اور پھر اسی طرح کہا۔ آپ ﷺ نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ اب فرشتے نے تیسری دفعہ آپ ﷺ کو اپنے سینے کے ساتھ بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ O اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ O الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ O عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ O .(96 العلق 1 تا 5)

پڑھیئے! اپنے ربّ کے نام سے کہ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیئے! اور آپ کا ربّ بڑا کریم ہے کہ جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھلایا کہ جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پہلی وحی: سورۃ العلق کی مذکورہ بالا آیات وہ پہلی وحی تھی کہ جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور یہ باختلاف روایات رمضان المبارک یا ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ دن کے متعلق البتہ اتفاق ہے کہ یہ پیر کا دن تھا۔

گھر واپسی: اس وحی کے نزول پر آپ ﷺ پریشان ہو گئے اور جلدی سے گھر واپس آئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے سارا واقعہ بیان فرما دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے سارا واقعہ سننے کے بعد آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ:

> ''اللہ کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں
> اور مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور دردمندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور تہی دستوں کا
> بندوبست کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔''

ورقہ بن نوفل کے پاس: حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو خود تسلی دینے کے بعد آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل دینِ عیسوی پر تھے۔ انہوں نے سارا معاملہ سننے کے بعد کہا کہ خدا کی قسم! یہ تو وہی ناموس ہے کہ جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ ورقہ بن نوفل نے یہ بھی کہا کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔ اس پر آپ ﷺ کی پریشانی کم ہو گئی اور آپ ﷺ کو اطمینان ہو گیا۔

فترۃ الوحی: پہلی وحی کے نزول کے بعد تقریباً دو یا تین سال تک قرآنی وحی کا سلسلہ بند رہا۔ ان سالوں میں حضرت اسرافیل آپ ﷺ کے پاس آتے رہے اور آپ ﷺ کو دین کی باتیں سکھلاتے رہے۔ البتہ علماء کے خیال کے مطابق حضرت اسرافیل آپ ﷺ پر قرآنی وحی بالکل نہیں لائے۔ قرآنی وحی سب کی سب حضرت جبرائیل ہی لائے۔ بعض کے نزدیک فترۃ الوحی کا عرصہ بہت کم تھا۔

فترۃ الوحی کا خاتمہ: آخر کار فترۃ الوحی کا یہ زمانہ ختم ہوا اور حضرت جبرائیل آپ ﷺ کو زمین و آسمان کے درمیان معلق نظر آئے۔ آپ ﷺ پھر خوفزدہ ہو گئے اور حضرت خدیجہؓ سے چادر اوڑھانے کا کہا۔ حضرت خدیجہؓ نے چادر اوڑھا دی۔ اب یہ آیات نازل ہوئیں۔

یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ O قُمْ فَاَنْذِرْ O وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ O وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ O وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ O .(74 المدثر 1 تا 5)

اے لحاف میں لپٹنے والے! اٹھ پس ڈر سنا دے اور اپنے رب کی بڑائی کر اور اپنے کپڑوں کو پاکیزہ کر اور گندگی سے دور رہ۔

وحی کا تسلسل: اس دوسری وحی کے بعد وحی ایک تسلسل سے پے در پے آنے لگی۔

سوال: رسول خدا ﷺ کی مکی زندگی کے اہم واقعات تحریر کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2010ء)

☆ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے بعد کی مکی زندگی کے حالات وواقعات بیان کیجئے۔

جواب

حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے بعد مکی زندگی

نبوت:

جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔

خفیہ تبلیغ:

انتہائی محتاط انداز: ابتداء میں کچھ عرصہ تک ہادئ عالم ﷺ نے خفیہ طور پر تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے۔ تبلیغ کے اس دور میں تبلیغی امور کے خفیہ رکھنے میں اس قدر احتیاط تھی کہ جب حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو دعوت دی اور انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اپنے والد ابوطالب سے مشورہ کر کے کچھ فیصلہ کروں گا تو آپ ﷺ نے معاملے کو خفیہ رکھنے کے لئے انہیں ابوطالب کو بتانے کی اجازت نہیں دی' اور فرمایا:

"اے علی! اگر تو تسلیم نہیں کرتا (ابھی اسلام قبول نہیں کرتا) تو اسے چھپائے رکھ (اس معاملہ کو چھپائے رکھ)۔"

السابقون الاولون: حضرت خدیجہؓ بنت خویلد وہ سب سے پہلی خوش نصیب شخصیت تھیں کہ جنہوں نے ایمان قبول کیا۔ پھر ان کے بعد آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ نے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اسلام قبول کیا۔ البتہ اپنے اسلام کا واضح اظہار کرنے والے سب سے پہلے خوش نصیب حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ: قبول اسلام کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے خفیہ طور پر تبلیغ شروع کی۔ آپؓ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حضرت زبیرؓ بن عوام' حضرت عثمانؓ بن عفان' حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت سعدؓ بن ابووقاص، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح، حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد اور حضرت ارقمؓ بن ابوارقم ایمان لے آئے۔

دیگر السابقون الاولون: خفیہ تبلیغ کے اسی ابتدائی عرصہ میں ہی حضرت بلال حبشیؓ، حضرت قدامہؓ بن مظعون، حضرت عبداللہؓ بن مظعون، حضرت عبیدہؓ بن حارث، حضرت سعید بن زید، حضرت خبابؓ بن ارت، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، حضرت فاطمہؓ بنت خطاب اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور ان کا سارا گھرانہ بھی ایمان لا چکے تھے۔

اعلانیہ تبلیغ:

اعلانیہ تبلیغ کا حکم: تقریباً تین سال تک دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ خفیہ انداز میں چلتا رہا اور پھر آپ کو اعلانیہ تبلیغ کے سلسلے میں سب سے پہلے یہ حکم دیا گیا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ .(26 الشعراء 214)

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنا دیجئے۔

قرابت داروں کو دعوت: سورۃ الشعراء کی مذکورہ بالا آیت کے نازل ہونے پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو بنوعبدالمطلب کو ایک دعوت میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے انہیں جمع کر لیا۔ کھانے پینے کے بعد حضور اکرم ﷺ بات چیت کرنا چاہتے تھے لیکن ابولہب نے کسی کو بات نہ سننے دی۔ دوسرے دن پھر دعوت میں جمع کیا گیا لیکن ابولہب نے پھر وہی کردار ادا کیا۔ تیسرے دن پھر دعوت میں جمع کیا گیا اور

اب حضور اکرم ﷺ نے ان پر اپنی دعوت بھی پیش فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ جواب میں سب خاموش رہے اور صرف حضرت علیؓ نے ہی ساتھ دینے کی یقین دہانی کرائی۔

کوہ صفا سے خطاب: سورۃ الشعراء کی مذکورہ بالا آیت کے نازل ہونے پر حضور اکرم ﷺ نے دوسرا اہم کام یہ کیا کہ کوہ صفا پر چڑھ کر "یا صباحاہ" کے لفظ کے ساتھ آواز لگائی' جیسا کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ کسی بھی اہم معاملے یا خطرے سے آگاہ کرنے کے لئے کسی بلند مقام پر چڑھ کر انہی الفاظ کے ساتھ آواز لگایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی آواز سن کر لوگ فوراً جمع ہو گئے' حتیٰ کہ اگر کوئی خود نہ آسکا تو اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ لوگوں کے جمع ہونے پر آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک فوج تم پر حملہ آور ہو رہی ہے تو کیا تم تسلیم کر لو گے؟ سب نے بیک آواز کہا کہ ہاں۔ کیونکہ ان سب کو آپ ﷺ کی صداقت و امانت کا پختہ یقین تھا۔ اب آپ ﷺ نے انہیں اپنی دعوت پیش فرمائی' لیکن ان لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ ابولہب نے تو یہاں تک بکواس کر دی کہ (معاذ اللہ) تجھ پر سارا دن ہلاکت ہو' کیا تو نے اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر سورۃ اللہب نازل ہوئی۔

خانہ کعبہ میں دعوت: اب قرآن حکیم کا یہ حکم بھی نازل ہو چکا تھا کہ:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ .(15 الحجر 94)

پس جو تجھے حکم دیا گیا ہے کھول کر سنا دے۔

حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھ مسلمان ہونے والی جماعت کو لے کر خانہ کعبہ میں پہنچے اور اعلانِ توحید فرمایا۔ قریش نے اسے حرم کی بہت بڑی توہین سمجھا اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ اس وقت اپنے گھر میں تھے انہیں جب اس بات کی خبر پہنچی تو فوراً بچانے کے لئے آئے لیکن ہر طرف سے تلواروں کے وار پڑے اور حضرت حارثؓ شہید ہو گئے۔ یہ اسلام کی راہ میں بہنے والا پہلا خون تھا۔

قریش کی مخالفت:

ابتداء میں جب ابھی تبلیغ خفیہ انداز سے ہو رہی تھی تو اگرچہ اس وقت بھی کسی حد تک کفار و مشرکین کو اس کی سن گن مل گئی تھی اور انہیں یہ خبریں پہنچ رہی تھیں لیکن انہوں نے ان کو خاص اہمیت نہیں دی۔ لیکن جب تبلیغ کا فریضہ اعلانیہ طور پر سرانجام دینا شروع کر دیا گیا تو اب قریش نے اس کی پرزور مخالفت شروع کر دی اور اس کے لئے کئی انداز اپنائے اور کئی حربے استعمال کئے۔

طعنہ زنی: مشرکین نے آپ ﷺ کو اذیت دینے کا ایک یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ ﷺ کو مختلف قسم کے طعنے دینے شروع کر دیئے اور الٹے سیدھے بکواسات شروع کر دیئے۔ کبھی آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) مجنون اور دیوانہ کہتے' کبھی جھوٹا کہتے' کبھی جادوگر کہتے' کبھی شاعر کہتے' کبھی کاہن کہتے' کبھی آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے اصحاب کا تمسخر اڑاتے' کبھی الزام رکھتے کہ محمد ﷺ آیات (معاذ اللہ) خود گھڑ کر لاتا ہے' کبھی یہ طعنہ دیتے کہ فلاں آدمی سے سیکھ کر آتا ہے' کبھی قرآن حکیم کے متعلق کہتے کہ یہ تو بس پہلوؤں کے قصے ہیں' کبھی حضور اکرم ﷺ کے متعلق کہتے کہ یہ کیسا نبی ہے کہ جو ہماری ہی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہے' کبھی آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) ابتر ہونے کا طعنہ دیتے' کبھی آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) مرتد اور صابی مشہور کرتے' کبھی ان میں سے کوئی یہ بکواس کرنے لگ جاتا کہ محمد ﷺ کی نسبت میری باتیں زیادہ بہتر ہیں۔ غرض یہ کہ آپ ﷺ کو تنگ کرنے کے لیے انہوں نے ہر طرح کے بکواسات کئے۔

لالچ اور سودے بازیاں: قریش نے آپ ﷺ کو دعوت توحید سے باز رکھنے کا دوسرا حربہ یہ استعمال کیا کہ کبھی آپ ﷺ سے عقائد کے معاملے میں نرمی برتنے کی سودے بازی کرنے لگ جاتے اور کبھی آپ ﷺ کو مال و دولت اور عرب کی بادشاہت اور خوبصورت لڑکی سے شادی کے لالچ دیتے۔ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب کے پاس بھی قریش نے اس سلسلہ میں کئی وفود بھیجے۔

رحمت عالم ﷺ کو اذیتیں: طعنہ زنی اور الٹی سیدھی بکواسات کے علاوہ آپ ﷺ کو کئی طرح سے جسمانی و ذہنی اذیتیں بھی دی گئیں۔

آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے، آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دی گئی، آپ ﷺ کے گھر میں غلاظت پھینکی گئی، آپ ﷺ پر راہ چلتے غلاظت پھینکی گئی، آپ ﷺ پر اونٹ کی اوجھری رکھی گئی، آپ ﷺ کو نماز سے روکنے کی کوشش کی گئی، آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر بل دیئے گئے۔

صحابہ کرامؓ کو اذیتیں: حضور اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کے اصحابؓ کو بھی طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھا گیا، حضرت یاسرؓ پر مظالم کے پہاڑ توڑ کر انہیں شہید کیا گیا، حضرت سمیہؓ کو نیزہ مار کر شہید کیا گیا اور اس سے پہلے طرح طرح کی تکالیف بھی دی گئیں، حضرت عمارؓ کو پانی میں غوطے دلائے گئے، حضرت خبابؓ کو دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا، حضرت صہیب کو بے دردی سے پیٹا گیا، حضرت ابوفکیہہؓ کو پاؤں میں رسی باندھ کر گھسیٹا گیا، حضرت لبینہؓ کو بے تحاشا پیٹا گیا، حضرت سعیدؓ بن زید اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہؓ کو مارا گیا، حضرت عثمان غنیؓ کو رسی سے باندھ کر مارا گیا' حضرت زنیرہؓ کو مار مار کر اندھا کر دیا گیا، حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا گیا' حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اعلان توحید کی پاداش میں مار مار کر بیہوش کیا گیا' حضرت ہالہؓ کا تلواروں سے قیمہ بنا دیا گیا۔

مرکز کا قیام: مکہ والوں کا ظلم و جور حد سے بڑھتا جا رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا اور ایمان قبول کر لینے والوں کو تعلیم دینا اور انہیں منظم کرنا بھی ضروری تھا اور ظاہر ہے کہ اس سب کے لئے ایک محفوظ مرکزی مقام کی بھی ضرورت تھی۔ حضرت ارقمؓ بن ابوارقم مخزومی کا مکان کوہ صفا پر ذرا الگ تھلگ تھا، اس لئے نبوت کے پانچویں سال آپ ﷺ نے اس مکان کو اپنا مرکز بنالیا۔

ہجرت حبشہ اولی:

مسلمانوں کی روانگی: نبوت کے پانچویں سال ہی قریش کے مظالم سے تنگ آ کر بعض صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ کیونکہ ایک تو مکہ میں مسلمانوں کے لئے زمین تنگ کی جا چکی تھی اور دوسرے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ کے متعلق حضور اکرم ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ ایک عادل حکمران ہے اور وہاں پر مسلمان پر امن رہیں گے۔ حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے۔ اس ہجرت کے وقت وہاں کے نجاشی کا نام اصحمہ تھا۔ آپ ﷺ سے اجازت حاصل ہونے پر گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل پندرہ افراد کا مختصر سا قافلہ رجب 5 نبوی میں حبشہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ لوگ بحیرۂ احمر کی بندرگاہ شعیبہ تک پہنچے تو خوش قسمتی سے انہیں حبشہ جانے کے لئے دو تجارتی کشتیاں تیار مل گئیں، جن کے ذریعے یہ لوگ آسانی سے حبشہ پہنچ گئے۔

قریش کا تعاقب: قریش نے ان لوگوں کا تعاقب کیا لیکن اتفاقاً بندرگاہ سے انہیں کوئی کشتی تیار نہ مل سکی اور مہاجرین کی دو کشتیاں قریش کے پہنچنے سے پہلے ہی روانہ ہو چکی تھیں۔ چنانچہ قریش کو ناکام و نامراد واپس آنا پڑا۔

دیگر افراد: شروع میں ہجرت کرنے والے پندرہ افراد کے قافلے کے بعد آہستہ آہستہ کچھ اور افراد بھی ہجرت کر کے ان سے ملتے رہے اور حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد کافی زیادہ ہو گئی۔

سورۃ النجم کی تلاوت: ادھر مکہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز حرم شریف میں مشرکین کی موجودگی میں اچانک حضور اکرم ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت شروع کر دی۔ مشرکین بے اختیار آپ ﷺ کی تلاوت کی طرف متوجہ ہو گئے اور بغور سنتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ سورۃ کی آخری آیت تک پہنچے جو کہ آیت سجدہ ہے تو آپ ﷺ نے بھی سجدہ کیا اور وہاں موجود تمام افراد بھی بے اختیار سجدے میں گر گئے جن میں مشرکین بھی شامل تھے۔

حبشہ سے واپسی: سورۃ النجم کی تلاوت کے اس واقعہ کی خبر حبشہ میں اس انداز میں پہنچی کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، چنانچہ بعض مسلمان یہ خبر سن کر مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

www.downloadclassnotes.com

ہجرت حبشہ ثانیہ:

مسلمانوں کی روانگی: اگلے سال چھ نبوی میں ایک اور قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس قافلہ میں 82 یا 83 مرد شریک تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ شریک تھے یا نہیں؟ اگر وہ شریک تھے تو تعداد 83 مرد بنتی ہے۔ عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے۔

قریش کا وفد: ان لوگوں کے پیچھے قریش نے عبداللہ بن ربیعہ اور عمروؓ بن العاص (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو اصحمہ نجاشی کے پاس بھیجا۔ ان دونوں نے اصحمہ کو تحائف وغیرہ پیش کئے اور مسلمانوں کو واپس بھیجنے کا مطالبہ کیا۔

حضرت جعفر طیارؓ کی گفتگو: اصحمہ نے ان کا مطالبہ سن کر مسلمانوں کو دربار میں بلوایا اور ان سے ان کے دین کے متعلق گفتگو کی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیارؓ بن ابو طالب نے بات چیت کی۔ اصحمہ آپؓ کی بات چیت سے کافی متاثر ہوا اور قریش کے بھیجے ہوئے دونوں افراد کو واپس لوٹا دیا۔ دوسرے دن پھر انہوں نے کوشش کی لیکن اب پھر حضرت جعفر طیارؓ کی گفتگو اور سورۃ مریم کی آیات کی تلاوت سن کر اصحمہ نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ واپس بھیجنے سے انکار کر دیا اور انہیں ناکام و نامراد مکہ واپس لوٹنا پڑا۔

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام: کفار کی مخالفت بڑھتی جا رہی تھی اور آپ ﷺ کے لئے دعوت و تبلیغ کا راستہ مشکل سے مشکل ہوتا جا رہا تھا' لیکن نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہؓ اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام مسلمانوں کے لئے کافی تقویت کا باعث ہوا۔

ابو جہل جو کہ آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا ایک روز اس نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی، جب کہ آپ ﷺ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے۔ جب آپ ﷺ نے اس کی بیہودہ گوئی کا کوئی جواب نہ دیا تو اس نے آپ ﷺ پر ایک پتھر بھی پھینک دیا، جس سے آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی ہوگیا۔ عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس نے حضرت حمزہ کو سارے واقعہ کی اطلاع دی۔

اپنے بھتیجے کی حمایت میں حضرت حمزہؓ غصہ میں آگئے اور جا کر ابو جہل کے سر پر کمان ماری۔ بنو مخزوم کے کچھ لوگ آپؓ کو پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن ابو جہل نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا کہ اسے جانے دو، واقعی میں نے اس کے بھتیجے کے ساتھ غلط کیا تھا۔ لوگوں نے حضرت حمزہؓ کو طعنہ دیا کہ کیا تم بھی صابی ہو گئے ہو؟ حضرت حمزہؓ نے غصے میں جواب دیا کہ ہاں! میں نے دین حق قبول کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر آپؓ اپنے گھر واپس آگئے اور پھر ساری رات اس کے متعلق سوچتے رہے۔ اس وقت تو صرف جوش میں دین حق قبول کرنے کا کہہ آئے تھے لیکن ساری رات سوچنے پر اللہ نے واقعی ان کے سینے کو دین کے لئے کھول دیا۔ صبح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام:

حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ عمرؓ بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے کسی ایک کو ہدایت مل جائے۔ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت حمزہؓ کے قبول اسلام سے صرف تین روز بعد حضرت عمر فاروقؓ بھی ایمان لے آئے۔

حضرت عمر فاروقؓ گھر سے ننگی تلوار لئے آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے تھے۔ راستے میں حضرت نعیمؓ بن عبداللہ ملے۔ حضرت عمرؓ کے ارادے کا علم ہونے پر کہنے لگے کہ پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور تمہارے بہنوئی سعیدؓ بن زید دونوں اسلام قبول کر چکے ہیں غصے میں اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ اس وقت حضرت خبابؓ بن ارت ان کی بہن اور بہنوئی کو سورۃ طہ پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آہٹ سن کر حضرت خباب چھپ گئے اور حضرت فاطمہ قرآن حکیم کے اوراق چھپا دیئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بہن اور بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ وہ دونوں زخمی ہو گئے۔ اس حال میں بھی جب بہن نے اقرار توحید ہی کیا تو آپ بہن کا بہتا ہوا خون اور اس حال میں بھی اقرار توحید دیکھ کر کچھ نادم ہوئے۔ بہن سے کہا کہ اچھا دکھاؤ! کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے کہا کہ آپ ناپاک ہیں اسے چھو نہیں سکتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے غسل کیا۔ بہن نے اوراق سامنے کئے۔ سورۃ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ تلاوت شروع کر دی۔ پہلی چودہ آیات

کی تلاوت کرنے کے بعد بے اختیار کہنے لگے کہ یہ تو بہت عجیب کلام ہے۔اب حضرت خبابؓ بھی باہر نکل آئے اور آپؐ کو اسلام کی دعوت دی۔فوراً دارِارقم میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

شق قمر: نبوت کے ساتویں سال قریش کے معجزہ دکھانے کے مطالبے پر آپ ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند کچھ دیر کے لئے دو ٹکڑے ہو گیا۔

شعب ابی طالب میں محصوری:

صحیفہ لکھا جاتا ہے: نبوت کے ساتویں سال ہی آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالبؓ نے بنو ہاشم کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ سب مل کر حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کریں گے۔ابولہب کے علاوہ بنو ہاشم کے تمام افراد نے اس پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔حتیٰ کہ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا انہوں نے بھی قبائلی عصبیت کی بنا پر یہ بات تسلیم کر لی۔اس پر قریش نے سب بنو ہاشم کا مقاطعہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ بنو ہاشم سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھا جائے گا۔اس کے لئے قریش نے ایک صحیفہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔اب بنو ہاشم سب کے سب شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔نبوت کے دسویں سال تک یہ محصوری برقرار رہی۔اس دوران بنو ہاشم کو نہایت مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔حتیٰ کہ کئی دفعہ صرف درختوں کے پتے کھا کر بھی گزارہ کرنا پڑا۔

صحیفہ چاک ہوتا ہے: بنو عامر کے ایک آدمی ہشام بن عمرو کے دل میں بنو ہاشم کے لئے محبت تھی اور وہ اس محصوری کو ختم کروانا چاہتا تھا۔اس نے آہستہ آہستہ اپنے ساتھ زہیر بن ابوامیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود کو بھی ملا لیا۔دوسری طرف حضور اکرم ﷺ نے وحی کے اشارے سے حضرت ابو طالبؓ کو بتلایا کہ اس صحیفے کو کیڑے کھا چکے ہیں۔ابو طالب نے آ کر قریش سے کہا کہ میرے بھتیجے نے یہ بتلایا ہے۔اب اگر وہ سچا ہو تو تمہیں محصوری ختم کرنی چاہئے اور اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو ہم اس کے اور تمہارے درمیان سے ہٹ جائیں گے۔قریش نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ادھر وہ پانچ افراد صحیفہ چاک کرنے حرم میں پہنچے۔ابوجہل نے انہیں روکا تو بحث ہونے لگی۔آخرکار مطعم بن عدی صحیفہ چاک کرنے آگے بڑھا تو وہ دیکھا کہ واقعی صحیفے کو کیڑے کھا چکے تھے اور صرف "**باسمک اللھم**" کا لفظ باقی تھا۔اس طرح یہ طویل محصوری ختم ہو گئی۔

عام الحزن:

نبوت کا دسواں سال آپ ﷺ کے لئے غم کا سال ثابت ہوا۔رجب 10 نبوی میں آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کی وفات ہو گئی۔حضرت ابو طالبؓ نے اگرچہ ایمان قبول نہیں کیا تھا لیکن بہرحال ہر قدم پر حضور اکرم ﷺ کا ساتھ ضرور دیا تھا اور آپ ﷺ کا دفاع کیا تھا۔اس کی وفات آپ ﷺ کے لئے ایک بڑا صدمہ تھا۔ساتھ میں یہ صدمہ بھی تھا کہ آخری وقت بھی حضرت ابو طالبؓ کو حضور اکرم ﷺ نے ایمان قبول کرنے کی دعوت دی تھی لیکن وہ حضور اکرم ﷺ کا ساری زندگی ساتھ دینے کے باوجود ایمان نہیں لائے تھے۔پھر اسی سال ابو طالبؓ کی وفات کے باختلاف روایات صرف تین دن بعد یا دو ماہ بعد آپ ﷺ کی اہلیہ حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔حضرت خدیجہؓ نے ہر مشکل موقع پر آپ ﷺ کو تسلی دی تھی اور ان کی وفات بھی آپ ﷺ کے لئے بہت بڑا صدمہ تھی۔اسی وجہ سے 10 نبوی کو "عام الحزن"، یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے۔

سفر طائف:

نبوت کے گیارہویں سال یا ایک روایت کے مطابق دسویں سال ہی آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہمراہ مکہ سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر طائف والوں کو تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔لیکن طائف والوں نے انتہائی اذیت ناک سلوک کیا۔انہوں نے اوباش لڑکوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا، جنہوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو لہولہان کر دیا۔مجبوراً آپ ﷺ کو واپسی کا سفر اختیار کرنا پڑا۔طائف سے تین میل دور ربیعہ کے بیٹوں عتبہ اور شیبہ کے باغ میں آپ ﷺ نے پناہ لی۔فرشتے نے آ کر عرض کیا

کہ اگر آپ حکم دیں تو طائف والوں کو پہاڑ گرا کر کچل دیا جائے، لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی ان لوگوں کے لئے ہدایت کی دعا ہی مانگی۔

معراج جسمانی:

باختلاف روایات نبوت کے بارہویں یا تیرہویں سال آپ ﷺ کو اللہ رب العزت نے اپنی خاص رحمت سے معراج کرائی۔ اسی سفر معراج میں نماز پنجگانہ کی فرضیت ہوئی۔

مدینہ میں اشاعتِ اسلام:

حضور اکرم ﷺ کی دعوت و تبلیغ کا اثر آہستہ آہستہ مکہ سے نکل کر دیگر علاقوں میں بھی ظاہر ہونا شروع ہوگیا۔ مدینہ (یثرب) سے حضرت سوید بن صامت اور حضرت ایاسؓ بن معاذ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اطراف مدینہ سے بھی حضرت ابوذر غفاریؓ اسلام قبول کر چکے تھے۔ پھر 11 نبوی میں قبیلہ خزرج کے چھ افراد سے آپ ﷺ کی منیٰ کی گھاٹی میں ملاقات ہوئی اور ان سب نے ایمان قبول کرلیا۔ ان سب نے مدینہ واپس پہنچ کر دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا، جس کے جلد ہی بہت زیادہ اثرات ظاہر ہوئے۔

بیعت عقبہ اولیٰ:

نبوت کے بارہویں سال ذی الحج میں منیٰ میں عقبہ کے قریب مدینہ سے آنے والے بارہ افراد نے حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے۔ ان بارہ افراد میں سے پانچ افراد خزرج کے انہی چھ افراد میں سے تھے کہ جنہوں نے اس سے پہلے 11 نبوی میں بھی منیٰ کی گھاٹی میں آپ ﷺ سے ملاقات کی تھی اور ایمان قبول کیا تھا۔ ان میں سے دس افراد خزرج کے اور دو افراد اوس کے تھے۔ ان لوگوں کی فرمائش پر آپ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو دین سکھانے کے لئے ان کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔

بیعتِ عقبہ ثانیہ:

اگلے سال 12 ذی الحج 13 نبوی کو پھر اسی مقام پر مدینہ سے آنے والوں کی دوبارہ بیعت ہوئی۔ اس دفعہ بیعت کرنے والوں میں ستر مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ بیعت کے بعد آپ ﷺ نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کئے۔ جن میں سے نو نقیب خزرج میں سے اور تین نقیب اوس میں سے تھے۔

ہجرت:

قریش کی طرف سے مسلسل مخالفت اور اذیت کی بناء پر آخرکار 14 نبوی میں اذنِ الٰہی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔

سوال: **حضور اکرم ﷺ کی بعثت اور دعوت توحید پر قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب کا جائزہ لیجئے۔**

جواب

قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب

قریش کی مخالفت:

حضور اکرم ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا اور دعوت توحید دی تو آپ ﷺ کی چالیس سالہ زندگی میں آپ ﷺ کو صادق و امین کہنے والے آپ ﷺ کے نہایت مخالف ہوگئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی مخالفت میں کئی طرح کے حربے استعمال کئے۔ ذیل میں ہم ان کے مختلف حربوں کا ذکر کررہے ہیں:

لالچ اور سودے بازیاں: قریش نے آپ ﷺ کو دعوت دین سے ہٹانے کے لئے مختلف قسم کے لالچ دیئے اور سودے بازیاں کرنے کی بھی کوشش کی۔ مثلاً یہ کہ آپ ہمارے معبودوں کو مان لیں ہم آپ کے معبود کو مان لیتے ہیں، یا یہ کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی

عبادت کرلیا کریں ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کرلیں گے، یا یہ کہ آپ دعوت توحید چھوڑ دیں اور اگر اس کے بدلے آپ مال چاہتے ہیں تو ہم وہ دینے کو تیار ہیں، اگر عرب کی بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم وہ لے دیں گے، اگر کسی خوبصورت لڑکی سے شادی کے خواہش مند ہیں تو ہم وہ بھی کروانے کو تیار ہیں وغیرہ۔ لیکن آپ ﷺ نے کسی لالچ اور سودے بازی کو قبول نہیں فرمایا اور اپنی دعوت توحید میں ذرّہ برابر بھی لچک یا نرمی پیدا نہیں فرمائی۔

ابو طالب کے پاس وفود: آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالبؓ کے پاس بھی قریش بار بار وفد بن کر آتے کہ اپنے بھتیجے کو دعوت توحید سے روکو۔ اس سلسلہ میں انہوں نے لالچ بھی دیئے اور دھمکیاں بھی دیں۔ پھر انہوں نے حضرت ابو طالبؓ سے آپ ﷺ کی حمایت چھوڑنے کا بھی کہا لیکن حضرت ابو طالبؓ نے تسلیم نہیں کیا۔ وہ لوگ ولید بن مغیرہ کے بیٹے عمارہ کو بھی حضرت ابو طالبؓ کے پاس لے کر آئے کہ یہ خوبصورت جوان ہے تم اسے اپنے پاس رکھ لو اور محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دو، لیکن حضرت ابو طالبؓ نے ان کی کوئی بات نہیں مانی۔ البتہ حضرت ابو طالبؓ نے حضور اکرم ﷺ سے ایک دفعہ کہا کہ بھتیجے! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ جو میرے بس سے باہر ہو جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ اگر وہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لاکر رکھ دیں تو بھی میں اس دعوت کو نہیں چھوڑ سکتا، جب تک کہ اللہ اسے غالب نہ کر دے یا میں خود اس راہ میں فنا نہ ہو جاؤں۔ یہ جواب سن کر حضرت ابو طالبؓ نے کہا کہ اے بھتیجے! جو چاہو کرو۔ خدا کی قسم! میں کبھی بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔

لونڈیاں مسلط کرنا: مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں کہ:

"ابن عباسؓ کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نضر نے چند لونڈیاں خرید رکھی تھیں اور جب وہ کسی آدمی کے متعلق سنتا کہ وہ نبی ﷺ کی طرف مائل ہے تو اس پر ایک لونڈی مسلط کر دیتا، جو اسے کھلاتی پلاتی اور گانے سناتی یہاں تک کہ اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہ جاتا۔"

طعنہ زنی و بدزبانی: قریش کی مخالفت کا ایک بہت بڑا انداز یہ بھی تھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے متعلق الٹے سیدھے بکواسات کرتے رہتے اور کئی قسم کے طعنے بھی دیتے۔

مجنون: حضور اکرم ﷺ کو (معاذ اللہ) دیوانہ اور مجنون کہتے کہ اس طرح آپ ﷺ پریشان ہو کر دعوتِ دین چھوڑ دیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ. (68 القلم 51)

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔

جھوٹا اور جادوگر: کبھی آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) جھوٹا اور جادوگر کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ ﷺ کو جھوٹا کہتے ہوئے یہ بھی خیال نہ کرتے کہ ساری زندگی ہم انہیں صادق و امین کہتے رہے ہیں۔

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ. (38 ص 4)

اور کافر کہنے لگے کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

شاعر: کبھی آپ ﷺ کو شاعر کہتے اور قرآن حکیم کو (معاذ اللہ) آپ ﷺ کی شاعری قرار دیتے۔ اللہ رب العزت نے ان کی اس بات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ. (69 الحاقہ 41)

اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔

کاہن: کبھی آپ ﷺ پر (معاذ اللہ) کاہن ہونے کا الزام لگاتے۔ قرآن حکیم نے اس کا بھی رد فرمایا:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ. (69 الحاقہ 42)

اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔

تمسخر اُڑانا: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کا تمسخر اڑاتے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَO وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ .(83 المطففین 30-29)

بے شک جو مجرم لوگ ہیں وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔

خود گھڑنے کا الزام: کبھی آپ ﷺ پر یہ الزام لگاتے کہ آپ ﷺ (معاذ اللہ) اس قرآن کو اپنے پاس سے گھڑ لائے ہیں، یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ .(25 الفرقان 4)

اور منکر کہنے لگے کہ یہ تو محض جھوٹ ہے جو گھڑ لایا ہے۔

فلاں سے سیکھا ہے: کبھی آپ ﷺ پر یہ الزام رکھتے کہ آپ ﷺ کو فلاں شخص سکھلاتا ہے۔ وہ شخص کون تھا کہ جس کے متعلق یہ آپ ﷺ پر الزام رکھتے تھے؟ مؤرخین کا اس کے نام میں اختلاف ہے۔ جبر، یسار، عائش اور لعیش مختلف نام بتلائے جاتے ہیں۔ یہ سب یہودی یا نصرانی عجمی غلام تھے۔

يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ط.(16 النحل 103)

کہتے ہیں کہ اس کو ایک آدمی سکھاتا ہے۔

پہلوں کے قصے ہیں: کبھی یہ کہہ کر قرآن حکیم کو جھٹلانے کی کوشش کرتے کہ یہ تو پہلوں کے قصے ہیں کہ جن کو اس (حضور اکرم ﷺ) نے لکھ رکھا ہے۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا .(25 الفرقان 5)

اور کہنے لگے کہ یہ پہلوں کے قصے ہیں کہ جن کو اس نے لکھ رکھا ہے۔

یہ کیسا نبی ہے؟ کبھی آپ ﷺ کی بشریت پر تعجب کرتے اور کہتے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہماری ہی طرح کا کھانے پینے اور چلنے پھرنے والا انسان نبی بن جائے؟

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط.(25 الفرقان 7)

اور کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

ابتر کا طعنہ: حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے عبداللہ کی وفات پر آپ ﷺ کو ابتر کا طعنہ دینے لگے کہ آپ ﷺ کی تو کوئی نرینہ اولاد ہی زندہ نہیں ہے تو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ اللہ ربّ العزت نے ان کے جواب میں آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ .(108 الکوثر 3)

بے شک جو تیرا دشمن ہے وہی ابتر (دم کٹا) ہے۔

مرتد اور صابی: لوگوں کو آپ ﷺ سے متنفر کرنے کے لئے آپ ﷺ کو مرتد اور صابی بھی کہا گیا، کہ یہ ہمارے اجداد کے دین سے ہٹ کر صابی ہو چکا ہے۔ حضرت ربیعہؓ بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے جاہلیت کے دور میں حضور اکرم ﷺ کو ذوالمجاز کے بازار میں تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ابولہب تھا جو یہ کہتا جاتا تھا: ”یہ صابی اور جھوٹا ہے۔“

ہماری باتیں بہتر ہیں: آپ ﷺ سے مقابلہ کی ایک صورت یہ بھی نکالی کہ نضر بن حارث نامی ایک آدمی حیرہ گیا اور وہاں سے بادشاہوں

www.downloadclassnotes.com

کے واقعات اور رستم وغیرہ کے قصے سیکھ آیا۔ اب جہاں کہیں حضور اکرم ﷺ بیٹھ کر اپنی تبلیغ کرتے آپ ﷺ کے بعد یہ بھی وہاں پہنچ جاتا اور یہ واقعات اور قصے وغیرہ سنا کر لوگوں سے کہتا کہ دیکھو! میری باتیں محمد ﷺ کی باتوں سے زیادہ خوبصورت اور عمدہ ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کو اذیتیں: قریش نے آپ ﷺ کی مخالفت کا ایک یہ انداز بھی اپنایا کہ حضور اکرم ﷺ کو مختلف طرح کی ذہنی و جسمانی اذیتیں پہنچانے کی کوششوں میں مصروف رہتے۔

آوازے کسنا: حضور اکرم ﷺ جہاں جہاں بھی جاتے ابولہب آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوتا اور آپ ﷺ پر طرح طرح کے آوازے کستا۔

پتھر مارنا: ابولہب آپ ﷺ پر آوازے کسنے اور برا بھلا کہنے پر ہی بس نہیں کرتا تھا بلکہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر پتھر بھی پھینکتا تھا کہ جن سے آپ ﷺ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتیں۔

بیٹیوں کو طلاق: بعثت سے قبل حضور اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ کے نکاح ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہو چکے تھے۔ ابولہب نے بیٹوں سے کہہ کر آپ ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دلوادی۔

راستے میں کانٹے: ابولہب کی بیوی ام جمیل اروی بنت حرب نے معمول بنا رکھا تھا کہ آپ ﷺ کے راستے میں اور آپ ﷺ کے گھر کے دروازے کے سامنے کانٹے ڈال دیا کرتی۔

گھر میں غلاظت پھینکنا: ابولہب، عقبہ بن ابومعیط، عدی بن حمراء اور ابن الاصداء ھذلی آپ ﷺ کے پڑوسی تھے اور آپ ﷺ کے گھر میں غلاظت پھینکا کرتے تھے۔

راہ چلتے غلاظت پھینکنا: مکہ کی ایک بڑھیا اپنے گھر کی چھت پر سے آپ ﷺ پر کوڑا پھینکا کرتی تھی۔

اونٹ کی اوجھری: ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابومعیط نے اونٹ کی اوجھری لا کر آپ ﷺ کے اوپر ڈال دی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ سجدہ سے سر نہ اٹھا سکے۔ حضرت فاطمہؓ آئیں تو انہوں نے اوجھری ہٹائی۔

نماز سے روکنا: آپ ﷺ جب نماز پڑھ رہے ہوتے اور ابوجہل دیکھ لیتا تو آپ ﷺ کو برا بھلا کہہ کر نماز سے روکنے کی کوشش کرتا۔ ایک دفعہ اسی طرح آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ ﷺ کی گردن روندنے کے ارادے سے آگے بڑھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان آگ کی ایک ہولناک خندق بنادی جس سے ڈر کر وہ پیچھے ہو گیا۔

گلے میں چادر ڈالنا: ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابومعیط نے آپ ﷺ کے گلے میں چادر ڈال کر بل دینا اور گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کو اذیتیں:

حضور اکرم ﷺ کی شخصیت کے رعب اور حضرت ابوطالبؓ کی حمایت کی وجہ سے آپ ﷺ کو براہ راست اذیت دینا قریش کے لئے آسان نہیں تھا اگرچہ انہیں جب بھی موقع ملتا اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ کے اصحابؓ اور خاص طور پر غریب اور کمزور اصحابؓ کو ستانا انہوں نے اپنا معمول بنالیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح خود رحمت عالم ﷺ کو بھی قلبی اذیت پہنچتی تھی۔

حضرت بلالؓ بن رباح حبشی: حضرت بلال حبشیؓ کا کافر و ظالم آقا امیہ بن خلف آپؓ کو باندھ کر ڈنڈوں سے پیٹتا، آپؓ کا کھانا پینا بند کر دیتا، آپؓ کو تپتی ہوئی ریت اور پتھریلے کنکروں پر لٹا کر اوپر بھاری پتھر رکھ دیتا کہ آپؓ حرکت بھی نہ کر سکیں، آپؓ کی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا جو آپؓ کو کھینچتے اور مکہ کے پہاڑوں پر گھماتے۔

حضرت یاسرؓ: حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کے والد حضرت یاسرؓ پر بنو مخزوم نے اس قدر مظالم ڈھائے کہ آپؓ ان مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔

حضرت سمیہؓ: حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ پر ابوجہل نے نیزہ مار کر انہیں شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی پہلی شہیدہ خاتون

تھیں۔

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ: حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو تپتی دھوپ میں لٹا کر اوپر پتھر رکھ دیا جاتا اور کبھی ان کو پانی میں غوطے لگوائے جاتے۔

حضرت خبابؓ بن ارت: حضرت خبابؓ بن ارت قبیلہ خزاعہ کی ایک عورت ام انمار کے غلام تھے۔ان کے سر کے بال نوچے جاتے، سختی سے گردن موڑی جاتی اور دہکتے انگاروں پر لٹا کر اوپر پتھر رکھ دیا جاتا۔

حضرت صہیبؓ: حضرت صہیبؓ کو انتہائی بے دردی سے پیٹا جاتا۔

حضرت ابوفکیہہؓ: ان کا اصل نام افلح تھا۔ان کے مالکان انہیں پاؤں سے رسی باندھ کر بے دردی سے گھسیٹتے تھے۔ان کے سینے پر اتنا بھاری پتھر رکھا گیا کہ ان کی زبان باہر نکل آئی۔

حضرت لبینہؓ: حضرت لبینہؓ کو حضرت عمر فاروقؓ قبول اسلام سے پہلے اس قدر مارتے کہ خود مار مار کر تھک جاتے۔

حضرت فاطمہؓ و حضرت سعیدؓ: قبول اسلام سے قبل حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی بہن فاطمہؓ بنت خطاب اور بہنوئی سعیدؓ بن زید کو بے دردی سے پیٹا۔

حضرت عثمان غنیؓ: حضرت عثمان غنیؓ کو قبول اسلام کی پاداش میں ان کے چچا نے رسی سے باندھ کر مارا۔

حضرت زنیرہؓ: حضرت زنیرہؓ کو ابوجہل نے مار مار کر اندھا کر دیا۔

حضرت زبیرؓ بن عوام: حضرت زبیرؓ بن عوام کے چچا نے انہیں چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ: حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب علی الاعلان مکہ والوں کو دعوت توحید دی اور اپنے ایمان کا اظہار کیا تو قریش نے آپؓ کو اس قدر مارا کہ آپؓ بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ہالہؓ: حضرت ہالہؓ جو کہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے خاوند سے صاحبزادے تھے، ان کا تلواروں سے قیمہ بنا دیا گیا۔

مخالفت کے اسباب:

اس سے قبل ہم نے قریش کی طرف سے آپ ﷺ کی مخالفت اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ پر مظالم کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم اس طرف نظر کرتے ہیں کہ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ جن کی بناء پر چالیس سال کی عمر تک آپ ﷺ کو صادق و امین کہنے والے، حجر اسود کی تنصیب جیسے اہم معاملوں میں بھی آپ ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم کرنے والے، اپنی امانات کو آپ ﷺ کے سپرد کرنے والے اور کوہ صفا سے صرف ایک آواز دینے پر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو جانے والے بالکل اچانک آپ ﷺ کے اس قدر مخالف ہو گئے کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے جانی دشمن بن گئے؟ ذیل میں ہم ان اسباب کی طرف ایک نظر کر رہے ہیں:

1- اجنبی دعوت: قریش برسوں سے بت پرستی میں مبتلا چلے آ رہے تھے اور اب اچانک ان سب معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک معبود کو تسلیم کر لینا انہیں بہت اجنبی اور عجیب لگ رہا تھا۔

2- بتوں کی توہین: قریش آپ ﷺ کی طرف سے بتوں کی عبادت کی نفی کو اپنے بتوں کی توہین تصور کرتے اور اس توہین کو برداشت نہ کرتے ہوئے آپ ﷺ سے بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔

3- بتوں کا خوف: قریش کے دلوں میں اپنے بے جان اور بے اختیار بتوں کے متعلق یہ خوف بھی بیٹھا ہوا تھا کہ اگر ہم نے ان کی عبادت کو ترک کیا اور کسی اور دین کو اختیار کر لیا تو یہ ہم سے ناراض ہو جائیں گے اور ہم پر عذاب لے آئیں گے۔

4- آبائی مذہب: قریش اپنے باپ دادا کو بت پرستی ہی میں مبتلا دیکھتے آ رہے تھے۔اس لئے وہ اسی کو اپنا آبائی مذہب تصور کرتے تھے اور اسے چھوڑنے کا تصور بھی ان کے لئے مشکل تھا۔

5- چودھراہٹوں کا خاتمہ: اسلام چونکہ مساوات کا درس دیتا ہے تو قریش کے وڈیروں کو مساوات کے اس درس میں اپنی چودھراہٹیں خطرے میں محسوس ہو رہی تھیں۔ اس لئے وہ اپنی چودھراہٹیں بچانے کے لئے بھی اسلام کی مخالفت کے درپے تھے۔

6- نذرانوں کی وصولی کا خاتمہ: بعض مذہبی ٹھیکیداروں نے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنا کر انہیں نذرانے وصول کرنے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا اور قبول اسلام سے انہیں اپنے یہ نذرانے بھی ڈوبتے دکھائی دیتے تھے۔

7- احساسِ تفاخر: حضور اکرم ﷺ کے ابتدائی دور کے اصحابؓ زیادہ تر عرب کی نگاہ میں نچلے درجے کے لوگ تھے اور قریش کے سردار اُن لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کی محفل میں بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے بھی وہ اسلام قبول نہیں کرتے تھے۔

8- بنو ہاشم سے عداوت: کچھ قبائل کی بنو ہاشم سے پرانی عداوتیں چلی آ رہی تھیں۔ اس لئے بھی وہ بنو ہاشم میں پیدا ہونے والے ایک فرد کی نبوت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔

9- بداخلاقیوں پر تنقید: عرب ہر قسم کی برائیوں اور بداخلاقیوں میں مبتلا تھے۔ شراب، جوا، زنا، فحاشی و عریانی، سود اور دیگر کئی مفاسد ان میں عام تھے۔ اسلام چونکہ ان سب مفاسد پر ضرب لگا رہا تھا اس لئے بھی ان کے لئے اس مذہب کو قبول کرنا بلکہ اسے برداشت کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

10- دعوتِ توحید: قریش کی مخالفت کا سب سے بڑا سبب حضور اکرم ﷺ کی دعوتِ توحید تھا۔ وہ اپنے عقیدے پر ضرب اور اپنے معبودوں کی یکسر نفی کو کسی صورت بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کوہِ صفا سے اعلان توحید ہوتے ہی انہوں نے کچھ اور سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور فوراً مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب نے اسی وقت آپ ﷺ کے لئے پہلا پتھر اٹھا کر اس مخالفت کا عملی آغاز بھی وہیں پر کر دیا تھا۔

سوال: حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت بیان کیجئے۔

☆ ہجرت مدینہ کے اسباب تحریر کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2010ء، گوجرانوالہ بورڈ 2009ء)

جواب

ہجرتِ مدینہ

اسباب:

تیرہ سال مکہ میں دعوت و تبلیغ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اذنِ الٰہی آ جانے پر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس وقت مدینہ کا نام یثرب تھا۔ ذیل میں ہم ان اسباب پر ایک نظر کر رہے ہیں کہ جن کی بناء پر آپ ﷺ نے یثرب یا مدینہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ کیا۔

1- قریش کی ہٹ دھرمی: حضور اکرم ﷺ نے تیرہ سال تک دن رات تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، لیکن قریش نے گویا نہ ماننے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اس لئے یہ ضرورت تھی کہ کسی ایسے علاقے میں دعوت و تبلیغ کے امور سرانجام دیئے جائیں کہ جہاں اس کے اثرات جلد سامنے آئیں۔

2- قریش کا ظلم و ستم: قریش نہ صرف یہ کہ خود نہیں مانتے تھے بلکہ یہ بھی تھا کہ وہ مسلمان ہونے والے افراد کو تنگ کرتے اور جہاں تک ہو سکتا اُن پر ظلم و ستم روا رکھتے۔ انہوں نے اہلِ اسلام کے لئے مکہ کی زمین تنگ کر دی تھی۔

3- ہجرت حبشہ کا کامیاب تجربہ: ہجرت مدینہ سے قبل دو دفعہ بہت سے مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے اور حبشہ میں انہیں امن و سکون نصیب ہوا تھا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کے ان کامیاب تجربات کی وجہ سے بھی ہجرت کا مزید رجحان پیدا ہوا۔

4- مدینہ میں اشاعت اسلام: 11 نبوی سے مدینہ میں تیزی سے اسلام کی اشاعت ہو رہی تھی اور یہ سرزمین اشاعت اسلام کے لئے

مناسب محسوس ہو رہی تھی۔ مدینہ میں اشاعت اسلام کے لئے یہ سازگار ماحول بھی مدینہ کی طرف ہجرت کا رجحان پیدا کر رہا تھا۔

5- اہل مدینہ کی خواہش: مدینہ میں مسلمان ہو جانے والوں کی بھی پرزور خواہش بلکہ اصرار تھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے اصحابؓ کے ہمراہ مدینہ تشریف لے آئیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر انہوں نے آپ ﷺ کو اس کی باقاعدہ دعوت بھی دی تھی۔

6- مرکز کی ضرورت: دعوت و تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے مکہ کے غیر یقینی ماحول سے ہٹ کر ایک پرامن مرکز کی بھی ضرورت تھی اور اس سلسلہ میں مدینہ کافی موزوں محسوس ہو رہا تھا۔

7- مدینہ کی دفاعی حیثیت: مدینہ ایسا شہر تھا کہ جو تین اطراف سے پہاڑی سلسلوں میں گھرا ہوا تھا اور صرف ایک طرف سے ہی راستہ تھا۔ اس لحاظ سے کسی بھی قسم کے حملے سے بچاؤ کافی آسان تھا۔ ظاہر ہے کہ مکہ والوں سے یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے مکہ سے نکل جانے پر چین سے بیٹھیں گے، بلکہ یہ یقینی بات تھی کہ جہاں بھی مسلمان جائیں اہل مکہ انہیں تنگ کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کریں گے اور فوجی اقدام سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

8- مکہ و مدینہ کا باہمی فاصلہ: مکہ اور مدینہ کی آبادیاں قریب قریب نہیں ہیں بلکہ ان کے درمیان ایک طویل فاصلہ ہے۔ اس صورت میں قریش اس پوزیشن میں نہیں رہتے تھے کہ وہ کسی روز بالکل اچانک حملہ کر دیں۔ بلکہ ان کے کسی بھی فوجی اقدام کی مسلمانوں کو پہلے ہی با آسانی خبر مل سکتی تھی۔

9- قریش پر معاشی دباؤ: قریش کا زیادہ تر انحصار تجارت پر تھا اور شام سے تجارت اس سلسلہ میں بہت اہم تھی۔ مکہ سے شام جانے والی تجارتی شاہراہ مدینہ کے قریب سے گزرتی تھی۔ اس لئے مدینہ میں رہ کر مسلمان کسی بھی وقت اس شاہراہ پر قبضہ کر کے قریش پر معاشی دباؤ ڈال سکتے تھے۔

10- کفار کی ناپاک سازشیں: کفار بار بار مسلمانوں کو ستانے کے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے اور یہاں تک کہ اب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے قتل کی بھی سازش تیار کی۔ ان حالات میں مکہ میں مزید قیام خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

11- حکم الٰہی: ہجرت مدینہ کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ خود رب ذوالجلال والاکرام کی طرف سے آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دے دیا گیا۔

واقعات:

صحابہ کرامؓ کی ہجرت: حضور اکرم ﷺ سے قبل آپ ﷺ کی اجازت سے بہت سے صحابہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ سب سے پہلے حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

قریش کا اجلاس: 26 صفر 14 نبوی بروز جمعرات دارالندوہ میں قریش کا اجلاس ہوا، جس میں آپ ﷺ کے خلاف مختلف تجاویز زیر غور آئیں، آخر کار ابوجہل کی اس رائے پر اتفاق ہوا کہ ہر قبیلے سے ایک فرد منتخب کر کے آپ ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کیا جائے۔ جونہی آپ ﷺ باہر نکلیں سبھی یکبارگی حملہ کر دیں۔

وحی کے ذریعے اطلاع: قریش کے اس منصوبے کی آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع دے دی گئی اور اسی رات آپ ﷺ کو ہجرت کر جانے کا بھی حکم دے دیا گیا۔

پروگرام کا تعین: قریش کے منصوبے کا علم ہونے اور اللہ کی طرف سے حکم آ جانے پر آپ ﷺ پہلے دن کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر گئے اور رات کی روانگی کا پروگرام طے کیا۔

حضرت علیؓ کا تقرر: قریش کی کئی امانتیں آپ ﷺ کے پاس پڑی تھیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے ذمہ ان امانات کی واپسی لگائی اور

انہیں اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی یہ تسلی بھی دی کہ گھیراؤ کرنے والے قریش تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

قریش کا گھیراؤ: قریش نے اپنی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گیارہ افراد مقرر کئے تھے۔ رات ہوئی تو ان گیارہ افراد نے آپ ﷺ کے گھر کا گھیراؤ کر لیا اور گھات لگا کر بیٹھ گئے۔

گھر سے ہجرت: آپ ﷺ رات کے کسی پہر میں گھر سے نکلے۔ یہ لوگ جاگ رہے تھے لیکن اللہ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے سر میں مٹی ڈالی اور سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

صدیق اکبرؓ کا ساتھ: حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اُن کے گھر سے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ کی طرف جانے والے معروف راستے سے بالکل مخالف سمت میں غار ثور میں پہنچ گئے۔

غار کی صفائی: غار کی مشکل چڑھائی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کو کندھوں پر اٹھا لیا تھا۔ غار تک پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہلے اندر جا کر صفائی کی اجازت چاہی۔ غار میں موجود تمام سوراخوں کو کپڑا پھاڑ کر بند کر دیا لیکن دو سوراخ رہ گئے، ان پر اپنے پاؤں رکھ کر آپ ﷺ کو اندر بلا لیا۔

غار میں قیام: غار میں حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایڑھی پر سوراخ میں سے کسی چیز نے ڈس لیا، لیکن آپؓ نے معمولی سی حرکت بھی نہیں کی کہ رحمتِ عالم ﷺ کے آرام میں خلل نہ پیدا ہو۔ لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آنسوؤں کی نمی سے آپ ﷺ بیدار ہوئے۔ معاملہ معلوم ہونے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایڑھی پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، جس سے درد فوراً ٹھیک ہو گیا۔

مدت قیام: تین دن تک دونوں نے غار میں قیام فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ بھی روزانہ رات کو آ جاتے اور رات غار میں ہی قیام کرتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی بکریاں چراتے ہوئے آ جاتے اور دودھ پلا جایا کرتے۔

قریش غار تک: ایک روز قریش تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے تک پہنچ گئے، لیکن اللہ کے حکم سے ایک مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا۔ جالا دیکھ کر وہ لوگ واپس ہو گئے کہ شاید یہ غار تو عرصہ سے خالی ہی پڑا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کچھ پریشان ہوئے لیکن آپ ﷺ نے انہیں تسلی دی۔

سواریاں اور زادِ راہ: غار میں تین دن کے قیام کے بعد عبداللہ بن اریقط سواریاں لے کر آ گئے۔ یہ اگرچہ کافر تھے لیکن قابل اعتماد تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہلے سے سواریاں ان کے حوالے کر رکھی تھیں۔ یہ راستوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ بھی زادِ راہ لے کر پہنچ گئیں۔

روانگی: سواریاں اور زادِ راہ آ جانے پر یکم ربیع الاوّل 14 نبوی یعنی 1 ہجری بمطابق 16 ستمبر 622ء بروز پیر چار افراد کا مختصر سا قافلہ دو اونٹوں پر مدینہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک اونٹ پر اور عبداللہ بن اریقط اور عامرؓ بن فہیرہ دوسرے اونٹ پر سوار تھے۔

ام معبد کے پاس سے گزر: راستہ میں ام معبد نامی ایک عورت کے خیمے کے پاس سے گزر ہوا۔ ان کے پاس ایک کمزور سی بکری کھڑی تھی جو کہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ آپ ﷺ کے ہاتھ لگانے سے ایسی برکت ہوئی کہ اس بکری کے دودھ سے سبھی سیراب ہوئے اور پھر برتن بھی دوبارہ بھر دیا۔

سراقہ کا تعاقب: قریش نے آپ ﷺ کی روانگی کے بعد آپ ﷺ کو قتل کرنے والے کے لئے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا تھا۔ اس انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک بن جعشم تلاش کرتا ہوا آپ ﷺ تک پہنچ گیا۔ جب آپ ﷺ پر وار کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا تو گھوڑا

زمین میں دھنس گیا۔ بڑی مشکل سے آگے بڑھا تو پھر دوبارہ اور سہ بارہ ایسے ہی ہوا۔ اس پر وہ سمجھ گیا کہ وہ آپ ﷺ پر قابو نہیں پا سکتا۔ چنانچہ نادم ہو کر اس نے معافی مانگ لی اور اپنے لئے امان لکھوالی۔

بریدہ اسلمیؓ: بریدہ اسلمیؓ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انعام کے لالچ میں آپ ﷺ تک پہنچ گئے، لیکن آپ ﷺ سے ملاقات ہونے پر متاثر ہوئے اور اپنے ستر ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گئے۔

قبا میں ورود: 8 ربیع الاوّل 14 نبوی یعنی 1 ہجری بمطابق 23 ستمبر 622ء بروز پیر آپ ﷺ قبا پہنچے اور پھر چند روز تک یہیں قیام فرمایا۔

مسجد کی بنیاد: قبا میں آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔

جمعہ کی ادائیگی: چند روز قبا میں قیام کے بعد جمعہ کے روز صبح کے وقت قبا سے روزانہ ہوئے۔ راستہ میں بنو سالم کے محلّہ میں جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے یہیں پر خطبۂ جمعہ دیا اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ یہ تاریخ اسلام میں پڑھا جانے والا پہلا جمعہ تھا۔

مدینہ میں استقبال: اہلِ مدینہ آپ ﷺ کا بڑی شدت سے انتظار کر رہے تھے اور چونکہ انہیں آپ ﷺ کے سفرِ ہجرت کی اطلاع مل چکی تھی اسی لئے روزانہ شہر سے باہر نکل کر راہ دیکھتے۔ آخر جب آپ ﷺ پہنچے تو اہلِ مدینہ نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ بچیاں یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا — جئت بالامر المطاع

ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہوا۔ جب تک اللہ کو پکارنے والے پکاریں، ہم پر شکر واجب ہے۔ اے وہ کہ جو ہمارے درمیان مبعوث کیا گیا ہے! تو ایسے حکم کے ساتھ آیا ہے کہ جس کی اطاعت ضروری ہے۔

جائے قیام: آپ ﷺ کی تشریف آوری پر ہر کوئی چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے ہاں قیام فرمائیں، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ جہاں یہ اونٹنی بیٹھ جائے گی وہیں پر قیام ہو گا۔ اونٹنی آپ ﷺ کے ننھیال کے محلے یعنی بنو نجار کے محلے میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے دروازے کے سامنے بیٹھ گئی۔ چنانچہ میزبانِ رسول ﷺ بننے کا شرف حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حاصل ہو گیا۔

ہجرتِ مدینہ کی اہمیت، نتائج و اثرات: اب ہم ایک نظر اس طرف کر رہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کس لحاظ سے تاریخ اسلام میں اہمیت رکھتی ہے اور اس ہجرت کے کیا نتائج و اثرات سامنے آئے:

1- مرکز کا حصول: ہجرت مدینہ سے مسلمانوں کو ایک مرکز حاصل ہو گیا کہ جہاں سے وہ آزادانہ طور پر ہر قسم کے دعوتی امور کو سرانجام دے سکتے تھے۔

2- ظلم سے نجات: ہجرت مدینہ سے مسلمانوں کو قریش کے مظالم سے نجات بھی ملی۔

3- آزاد فضا: ہجرت مدینہ سے مسلمانوں کو ایک آزاد فضا ملی کہ جہاں وہ اپنی مذہبی عبادات اور دیگر مذہبی امور کی ادائیگی میں مکمل طور پر آزاد تھے۔

4- اسلامی ریاست کا قیام: ہجرت مدینہ کے ساتھ ہی مدینہ میں پہلی باقاعدہ اسلامی ریاست بھی قائم ہوئی۔

5- نئے احکام کا نزول: اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی امورِ انتظامیہ کے متعلق آیات کا نزول شروع ہوا۔

6- اشاعت اسلام میں تیزی: ہجرت کے بعد ایک آزاد ماحول میسر آ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو یکسوئی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا موقع ملا اور اس سے اشاعت اسلام میں کافی تیزی آئی۔

7-اخوت واتحاد: مدینہ میں ایک پرامن معاشرے میں مسلمانوں کے اکٹھے رہنے سے ان میں آپس میں اخوت واتحاد کے جذبات پروان چڑھے۔

8-معاشی خوشحالی: مدینہ کے پرامن ماحول میں مسلمانوں کو تجارت وغیرہ کی طرف توجہ دینے کے بھی مواقع ملے، جس کے نتیجہ میں مسلمان معاشی طور پر خوشحال ہوئے۔

9-جہاد کا آغاز: مسلمانوں کے مدینہ ہجرت کر جانے پر مشرکین مکہ نے ان پر پے در پے حملے کیے۔ اس کے جواب میں ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے بھی عملی کارروائیاں کرنا تھیں۔ اس طرح مسلمانوں میں جہاد کا آغاز ہوا اور جہاد کے متعلق احکام بھی نازل ہوئے۔

10-فتح عظیم: ہجرت خود بھی مسلمانوں کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی اور پھر اس کے نتیجہ میں جہاد کا آغاز ہوا اور پھر مکہ بھی فتح ہو گیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی فتح تھی۔

11-دعوت کے دائرہ میں وسعت: ہجرت کے بعد آہستہ آہستہ اسلام کی دعوت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، پہلے اردگرد کے قبائل کو اور پھر دیگر ممالک کے سربراہوں کو بھی اسلام کی دعوت دی گئی۔

12-سن ہجری کا آغاز: تاریخ اسلام میں ہجرت مدینہ کس قدر اہمیت رکھتی ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب نئے سن کا آغاز اور اسلامی کیلنڈر بنانے کا فیصلہ کیا گیا تو اس کیلنڈر کا آغاز ہجرت سے ہی کیا گیا۔ اسی لئے اسلامی سال کو سن ہجری کہا جاتا ہے۔

سوال: مؤاخات مدینہ پر تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب

مؤاخات مدینہ

مؤاخات کا معنی و مفہوم:

مؤاخات کا لفظ ''اخ'' سے ہے، جس کا معنی بھائی ہے۔ مؤاخات کا معنی ہے: باہم بھائی چارہ ہونا اور ایک دوسرے کا بھائی بننا۔

مؤاخاتِ مدینہ سے مراد:

مؤاخاتِ مدینہ سے مراد حضور اکرم ﷺ کا وہ عملی اقدام ہے کہ جو ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر آپ ﷺ نے کیا۔

مؤاخاتِ مدینہ کی ضرورت:

مہاجرین چونکہ اپنا سب مال ومتاع مکہ میں چھوڑ کر ہجرت کر آئے تھے اور مدینہ میں وہ بے سروسامانی کے عالم میں پہنچے تھے، اس لئے اب ان کے بہتر انداز میں مدینہ میں قیام اور ان کے معاشی مسائل کے حل کے لئے کوئی عملی اقدام ضروری تھا۔ چنانچہ یہ اقدام آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مؤاخات قائم کر کے کیا۔

مؤاخاتِ مدینہ کے فریقین:

مہاجرین: یہ وہ لوگ تھے کہ جو اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ کر محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر ترک وطن کر کے مدینہ آگئے تھے۔

انصار: یہ مدینہ کے مقامی لوگ تھے اوس اور خزرج ان کے دو بڑے قبیلے تھے۔

www.downloadclassnotes.com

Written/Composed by: - **SHAHZAD IFTIKHAR** Contact # **0313-5665666**
Website: **www.downloadclassnotes.com** , E-mail: **raoshahzadiftikhar@gmail.com**

مؤاخات کی تفصیل:

مؤاخات کا عملی اقدام: حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین و انصار کو حضرت انسؓ بن مالک کے گھر جمع کیا اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنادیا، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت خارجہؓ بن زید، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عتبانؓ بن مالک، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت اوسؓ بن ثابت کو آپس میں بھائی بھائی بنایا گیا۔ حضرت انسؓ کے گھر جمع ہونے والے مہاجرین و انصار کی کل تعداد نوے بتائی جاتی ہے۔ مؤاخات کا یہ اقدام 1 ہجری میں مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ کے بھائی: حضور اکرم ﷺ نے مؤاخات کے موقع پر کسی انصاری کی بجائے اپنا بھائی حضرت علیؓ کو بنایا۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضرت علیؓ نے بچپن سے ہی حضور اکرم ﷺ کے پاس پرورش پائی تھی، آپ ﷺ نے انہیں اپنے چچا حضرت ابوطالبؓ سے اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔

انصار کا ایثار: انصار نے اس موقع پر انتہائی ایثار کا مظاہرہ کیا اور اپنے مؤاخاتی مہاجر بھائیوں کے لئے اپنے تمام مال و متاع کو نصف نصف کرکے تقسیم کرنے پر تیار ہوگئے۔ اس ایثار کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ حضرت سعدؓ بن ربیع نے اپنا نصف مال بھی اپنے مؤاخاتی بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو دینے کی پیشکش کردی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی پیشکش کردی کہ میری دو بیویاں ہیں، آپ ان میں سے جس کو پسند کریں میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کرلیجئے گا۔ انصار نے اپنے باغات بھی آدھے آدھے مہاجرین کو دے دینے کا ارادہ کرلیا۔

مہاجرین کی شکر گزاری: انصار نے بے پناہ ایثار کا مظاہرہ کیا لیکن مہاجرین نے ان کے ایثار سے کسی قسم کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ باغات لینے کی بجائے کام کرنے کے عوض آدھا پھل لینے پر راضی ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت سعدؓ بن ربیع کی فراخدلانہ پیشکش کو قبول کرنے سے شکر گزاری کے ساتھ انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ صرف مجھے بازار کا راستہ بتلا دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے آپؓ کو بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتادیا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے خود تجارت کے ذریعے روزی کمانے کو اختیار کیا۔

مؤاخاتِ مدینہ کی اہمیت، نتائج واثرات:

ذیل میں ہم تاریخ اسلام میں مؤاخات مدینہ کی اہمیت اور اس مؤاخات سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- مہاجرین کے مسائل کا حل: مؤاخات مدینہ کے ذریعے مہاجرین کی آبادکاری اور ان کے معاشی مسائل کا حل بہترین انداز میں ہو گیا۔

2- کفار پر رعب: مؤاخات کے اس عملی اقدام سے مشرکین مکہ کو بھی یہ معلوم ہوگیا کہ مکہ سے ہجرت کرکے جانے والے مظلوم مسلمان اب اسی طرح مظلومی کی حالت میں نہیں ہیں بلکہ مدینہ میں ان کے قدم مضبوط ہوگئے ہیں اور وہ سب مل جل کر ایک مضبوط قوت بن گئے ہیں۔

3- یہود کو تنبیہ: مشرکین مکہ کی طرح مدینہ اور اردگرد رہنے والے فطرتاً شریر ذہن کے مالک یہود کو بھی یہ تنبیہ ہوگئی کہ مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش اور ان میں آپس میں پھوٹ ڈالنے کی کوئی کوشش آسانی سے کامیاب نہیں ہوسکتی۔

4- نسلی تفاخر کا خاتمہ: مؤاخاتی بھائی بناتے ہوئے کسی قبائلی اونچ نیچ یا نسلی تفاخر وغیرہ کا خیال نہیں رکھا گیا تھا جس سے آپس میں مساوات کا شعور بیدار ہوا۔

5 ' باہم محبت: مؤاخات کے پرخلوص رشتے میں بندھ کر مہاجرین و انصار کی آپس میں محبت میں کئی گنا اضافہ ہوا۔

6- تر... ؤاخات کے اس رشتے سے مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کے سلسلہ میں ان کی تربیت ہوگئی کہ ہر مسلمان کو دوسرے

مسلمان کے ساتھ کس طرح رہنا چاہئے۔

7- ہمیشہ کے لئے مثال: مؤاخات کا یہ عملی اقدام ہمیشہ کے لئے امت مسلمہ کے لئے ایک مثال بن گیا اور اس میں ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے آپس کے اتحاد و اتفاق کا بھی درس ہے۔

سوال: میثاق مدینہ پر جامع نوٹ تحریر کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2007ء)

☆ میثاق مدینہ کی شرائط بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2011ء)

☆ میثاق مدینہ پر تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

جواب

میثاق مدینہ

میثاق مدینہ کا تعارف:

سن 1 ہجری میں حضور اکرم ﷺ نے مدینہ اور گردونواح میں آباد قبائل کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا۔ اس معاہدہ کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔

میثاقِ مدینہ کی ضرورت:

میثاقِ مدینہ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی چار بڑی وجوہ تھیں:

1- عبداللہ بن ابی کی کارروائیاں: حضور اکرم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل عبداللہ بن ابی نامی ایک آدمی کو مدینہ کا متفقہ سربراہ بنانے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری پر سب کا آپ ﷺ کی طرف رجحان ہو گیا اور اس کی سرداری کھٹائی میں پڑ گئی۔ اسے اس بات کا انتہائی دکھ تھا' چنانچہ وہ دلی طور پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتا تھا۔ بظاہر اس نے اسلام قبول کر لیا لیکن پوشیدہ طور پر وہ اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا۔ ان حالات میں ایک ایسا معاہدہ ضروری تھا۔

2- اوس وخزرج کی چپقلش: مدینہ کے انصار کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج ایک طویل عرصہ سے باہم دست بہ گریباں رہے تھے اور یہ خدشہ موجود تھا کہ جاہلیت کے دور کی ان کی چپقلش کہیں کسی نا اتفاقی کا باعث نہ بن جائے، اس لئے بھی یہ معاہدہ ضروری تھا۔

3- یہود کا تعصب: یہود مدینہ میں ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے لیکن وہ نبی ان کی امیدوں کے برعکس بنو اسرائیل کی بجائے بنو اسماعیل میں سے آ گیا۔ جس پر وہ نسلی تعصب کی وجہ سے مخالفت پر اتر آئے۔ ان کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لیے بھی کسی ایسے معاہدے کی ضرورت تھی۔

4- قریش کے حملے کا خدشہ: قریش سے یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ مسلمانوں کو مدینہ میں چین سے بیٹھنے دیں گے بلکہ ان کی طرف سے کسی بھی وقت حملے کا خدشہ موجود تھا۔ اس لئے بھی یہ معاہدہ ضروری تھا تا کہ کسی بیرونی حملے کی صورت میں اندرونی خلفشار کی وجہ سے مشکل پیش نہ آئے۔

میثاق مدینہ کی دفعات:

میثاق مدینہ کی اہم دفعات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: وہ دفعات کہ جو یہود اور دیگر قبائل سے متعلق تھیں اور وہ دفعات کہ جو مہاجرین و انصار کے باہمی تعلقات سے متعلق تھیں۔

یہود و دیگر قبائل سے متعلق دفعات:

اس حصہ کی اہم دفعات درج ذیل تھیں:

1- بنو عرف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ (وطنی لحاظ سے) ایک قوم ہیں۔
2- جو کوئی اس معاہدہ میں شریک قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے خلاف سب مل کر کام کریں گے۔
3- معاہدہ اقوام کے تعلقات باہم خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے، نہ کہ ضرر رسانی اور گناہ کے۔
4- جنگ کے دنوں میں یہود مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شریک ہوں گے۔
5- یہود کی دوست اقوام کے حقوق یہود کی طرح سمجھے جائیں گے۔
6- کوئی شخص اپنے معاہد کے خلاف مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔
7- مدینہ میں کشت و خون کرنا سب اقوام پر حرام تصور کیا جائے گا۔
8- معاہد اقوام میں کسی جھگڑے کی صورت میں خدا اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔
9- خون بہا اور فدیہ کا قدیم طریقہ رائج رہے گا۔
10- یہود کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔
11- کوئی فریق قریش کو امان نہیں دے گا۔
12- یہود اور مسلمانوں کے درمیان صلح رہے گی۔
13- کسی دشمن سے ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرے کی بھی صلح ہوگی۔ مذہبی لڑائیاں البتہ اس سے مستثنیٰ ہوں گی۔

مہاجرین و انصار سے متعلق دفعات:

اس حصہ کی اہم دفعات درج ذیل تھیں:

1- مہاجرین و انصار ایک ہی جماعت ہیں۔
2- مسلمانوں کو آپس میں ہمدردی اور تعاون سے رہنا چاہیئے، تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔
3- سب لوگ اپنے اپنے محلہ میں امن کے ذمہ دار ہیں۔
4- مسلمان باہمی اختلافات میں خدا اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف رجوع کرنے کے پابند ہیں۔
5- کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا۔
6- اگر کسی مسلمان پر زیادتی ہو تو دوسرے مسلمان مل کر اس کی مدد کریں گے۔
7- کسی مجرم کو پناہ دینا کسی مسلمان کے لئے روا نہیں ہے۔
8- باہمی اتحاد و اتفاق کو صلح و جنگ ہر صورت میں برقرار رکھا جائے گا۔
9- مسلمانوں کا قلبی رفیق صرف مسلمانوں کو ہی سمجھا جائے گا۔
10- مسلمان امت دوسری امتوں اور جماعتوں سے بالکل الگ ہے۔

میثاقِ مدینہ کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم تاریخ اسلام میں اس معاہدے کی اہمیت اور اس معاہدے سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- مدینہ میں امن و امان: اس معاہدہ کی وجہ سے اوس و خزرج کی باہمی چپقلش کا خاتمہ ہوا، برسوں سے نکلی ہوئی تلواریں میانوں میں واپس

چلی گئیں، خون کی ندیاں بہنا رک گئیں اور مدینہ میں مکمل طور پر امن وامان کی فضا قائم ہوگئی۔

2- آقائے دو عالم ﷺ کی حیثیت: ہر قسم کے جھگڑوں میں حضور اکرم ﷺ کو ثالث تسلیم کر کے تمام قبائل نے عملی طور پر آقائے دو عالم ﷺ کو مدینہ کا سربراہ اور سردار تسلیم کر لیا۔

3- قریش پر رعب: مدینہ کے اندرونی استحکام کے اس معاہدے سے قریش پر بھی رعب قائم ہوگیا اور اب انہیں بے دھڑک مسلمانوں پر حملہ کی جرأت نہیں ہو سکتی۔

4- اشاعت اسلام: اس معاہدے کی رو سے چونکہ ہر ایک کو مذہبی آزادی حاصل تھی تو اب دیگر مذاہب کے پیروکار بھی اور مسلمان بھی اپنی اپنی مذہبی تعلیمات کی اشاعت کر سکتے تھے۔ پھر جب دیگر مذاہب اور اسلام کی تعلیمات کا موازنہ کیا جاتا تو ہر باشعور آدمی اسلام ہی کے حق میں فیصلہ کرتا۔ اس طرح اسلام کی حقانیت لوگوں کے دلوں اور ذہنوں میں روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی اور انہوں نے جوق در جوق اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

5- اسلامی حکومت کا پہلا تحریری دستور: ڈاکٹر حمید اللہ نے اسے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔ اس میں ریاست اور عوام کے حقوق و فرائض کا واضح تعین ہے اور ریاست میں موجود تمام اقوام کی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ نیز اس میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے قوانین کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

6- یہود کی کارروائیوں سے تحفظ: اس معاہدے کے پابند ہو جانے کی وجہ سے یہود مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کوئی عملی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔

7- مدینہ کا دفاع: اندرونی امن وامان کے قیام کے ساتھ ساتھ اس معاہدہ کی وجہ سے ہر قسم کے بیرونی خطرات سے بھی مدینہ کی دفاعی حیثیت مضبوط و مستحکم ہوئی۔

8- تاریخ عالم پر اثرات: اس میثاق نے رہتی دنیا تک کی اقوام کو دستور سازی کا طریقہ بتلایا، وضع قوانین کا اسلوب سکھایا اور حقوق و فرائض کے تعین و تقسیم کا طریقہ بتایا۔ اس میثاق نے دنیا کو بتلایا کہ آپس کے کشت و خون کو ختم کر کے امن وامان کی فضا کیسے بحال و برقرار کی جا سکتی ہے۔ اس میثاق نے دنیا کو بتلایا کہ ایک قائد کی کیا کیا اور کس کس طرح کی ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں اور انہیں کس طرح کامیابی کے ساتھ نبھایا جا سکتا ہے۔

سوال: غزوۂ بدر کے اسباب اور نتائج پر روشنی ڈالیے۔

(لاہور بورڈ 2008ء گوجرانوالہ بورڈ 2007,2008,2011ء)

☆ غزوہ بدر کے اسباب پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔ (لاہور بورڈ 2011ء)

☆ غزوۂ بدر کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

جواب

غزوۂ بدر

غزوۂ بدر کفر اور اسلام کا پہلا بڑا اور فیصلہ کن معرکہ تھا۔ یہ معرکہ 17 رمضان المبارک 2ھ میں پیش آیا۔

اسباب:

1- مشرکین مکہ کی اسلام دشمنی: غزوۂ بدر بلکہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان لڑے جانے والے تمام معرکوں کا ایک اہم بنیادی سبب اسلام کے ساتھ مشرکین مکہ کی عداوت تھا۔

2- مدینہ میں اشاعت اسلام: قریش نے مکہ سے اہل اسلام کو تنگ کر کے نکالا تھا اور اب مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا، ظاہر ہے کہ قریش کے لئے یہ برداشت کرنا مشکل تھا۔

3- عبداللہ بن ابی کا کردار: قریش نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا تھا کہ تم لوگوں نے ہمارے صاحب (یعنی حضور اکرم ﷺ) کو پناہ دے رکھی ہے' یا تو ان سے لڑائی کیجئے یا انہیں نکال دیجئے ورنہ ہم تم پر چڑھائی کر دیں گے۔ عبداللہ بن ابی یہ خط ملنے پر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے سمجھایا بجھایا۔ وقتی طور پر تو وہ جنگ سے باز آ گیا لیکن در پردہ وہ قریش سے رابطہ رکھے ہوئے تھا۔

4- طواف پر پابندی: حضرت سعدؓ بن معاذ عمرہ کے لئے مکہ گئے اور امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے۔ طواف کر رہے تھے کہ ابو جہل نے دیکھ لیا اور دھمکی آمیز لہجے میں کہا کہ اگر تم ابو صفوان (امیہ بن خلف) کے ساتھ نہ ہوتے تو طواف کر کے اپنے گھر سلامت واپس نہ جا سکتے تھے۔ یہ گویا ایک طرح سے مسلمانوں کے لئے اعلان تھا کہ مسجد حرام کے دروازے تمہارے لئے بند ہیں اور تمہیں طواف کی اجازت نہیں ہے۔

5- شام کی تجارتی شاہراہ: ابو جہل کے جواب میں حضرت سعدؓ بن معاذ نے بھی قریش کے لئے شام کی تجارتی شاہراہ بند کرنے کی دھمکی دے دی، ظاہر ہے کہ یہ شاہراہ بند ہونا قریش کے لئے معاشی لحاظ سے بہت نقصان دہ تھا۔ اس شاہراہ کو بچانے کے لئے بھی قریش جنگ کو ناگزیر سمجھتے تھے۔

6- قریش کی دھمکی: قریش نے مہاجرین کو دھمکی دی کہ ہم یثرب آ کر تم سے نپٹ لیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس دھمکی کے بعد اب مسلمان غصے میں تھے اور قریش کو انصار پر بھی غصہ تھا، جیسا کہ حضرت ابیؓ بن کعب سے مروی ہے کہ جب انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تو سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو گیا۔

7- انصار سے عداوت: مسلمانوں کو پناہ دینے کی وجہ سے قریش کو انصار پر بھی غصہ تھا' جیسا کہ حضرت ابیؓ بن کعب سے مروی ہے کہ جب انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی تو سارا عرب ان کے خلاف متحد ہو گیا۔

8- قبائل سے معاہدے: شام کی تجارتی شاہراہ کے ارد گرد کے قبائل سے آپ ﷺ نے باہمی تعاون اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے کئے تو قریش اسے بھی اپنے لئے ایک خطرہ محسوس کر رہے تھے۔

9- تجارتی شاہراہ پر نظر: حضور اکرم ﷺ نے شام کی تجارتی شاہراہ پر نظر رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً گشتی دستے بھیجے۔ قریش اس چیز سے بھی خائف ہو رہے تھے۔

10- ہجرت کا غصہ: مسلمانوں کے دلوں میں یہ غصہ بھی موجود تھا کہ قریش نے انہیں تنگ کر کے انہیں گھر بار چھوڑنے اور ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ دوسری طرف قریش کو مسلمانوں کے ہجرت کر کے بچ نکلنے کا غصہ تھا۔

11- غزوۂ سفوان: کرز بن جابر فہری نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کر کے کچھ مویشی لوٹ لئے۔ آپ ﷺ نے اپنے ستر ساتھیوں کے ہمراہ وادئ سفوان تک اس کا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ مسلمانوں کو اس پر سخت رنج اور غصہ تھا۔ اس واقعہ کو غزوۂ بدر اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

12- سریۂ نخلہ: حضور اکرم ﷺ نے قریش کے ایک قافلے کی نقل و حمل کا جائزہ لینے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن جحش کی قیادت میں بارہ مہاجرین کا ایک دستہ نخلہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ وہاں سے قریش کا چار افراد پر مشتمل قافلہ گزرا تو انہوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ ایک شخص عمرو بن حضرمی مارا گیا' دو افراد عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور حکیم بن کیسان گرفتار ہوئے اور چوتھا آدمی عثمان کا بھائی نوفل بن عبداللہ بچ کر بھاگ گیا۔ یہ واقعہ رجب کے آخری دن پیش آیا تھا جو کہ حرمت والا مہینہ ہے۔ آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا،

دونوں قیدی رہا کر دیئے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا بھی ادا کیا۔ قریش کو اس واقعہ کی وجہ سے بھی مسلمانوں پر بہت غصہ تھا۔

13- قریش کا خوف: نخلہ کا مقام مدینہ سے بہت زیادہ فاصلے پر اور مکہ کے قریب تھا۔ نخلہ کے اس واقعہ سے قریش کے دل میں یہ خوف بھی بیٹھ گیا کہ مسلمان چاہیں مدینہ سے اتنی دور ہمارے علاقے میں ہمارے قافلے پر حملہ کر کے سلامتی کے ساتھ واپس جا سکتے ہیں۔ قریش کے پاس اس خوف کے خاتمہ کا ایک ہی حل تھا کہ مسلمانوں کی قوت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

14- قریش کا قافلہ: قریش کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیانؓ (جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی قیادت میں شام سے واپس آ رہا تھا اور مسلمان درحقیقت اسی قافلہ کے خیال سے مدینہ سے چلے تھے۔ دوسری طرف ابوسفیانؓ کو بھی اس کا اندازہ ہو گیا اور اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو تیزی سے مکہ روانہ کیا۔ ضمضم نے مکہ پہنچ کر خوب مبالغہ آمیزی سے قافلہ پر مسلمانوں کے حملے کا رونا رویا، جس سے قریش فوراً جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

واقعات

اہلِ اسلام کی روانگی:

حضور اکرم ﷺ صرف 313 افراد کی مختصر جمعیت لے کر نکلے۔ چونکہ خیال یہی تھا کہ صرف ایک تجارتی قافلے سے سامنا ہوگا اس لئے کچھ خاص تیاری نہ کی گئی تھی۔ لشکر میں اسلحہ اور سواری دونوں کی کمی تھی۔ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔

مکی لشکر کی روانگی:

ضمضم بن عمرو کے اطلاع دینے پر تیرہ سو افراد پر مشتمل مشرکینِ مکہ کا لشکر ابوجہل کی قیادت میں نکلا۔ لشکر میں سوائے ابولہب کے مکہ کے تمام اہم افراد شریک تھے۔ ابولہب نے اپنی جگہ اپنے ایک قرضدار کو بھیج دیا تھا۔ بنوعدی کا البتہ کوئی بھی فرد شریک نہ ہوا۔

جحفہ میں پیغام:

ابوسفیانؓ کی قیادت میں قریش کا تجارتی قافلہ راستہ تبدیل کر کے مسلمانوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ابوسفیانؓ نے قریش کی طرف پیغام بھیج دیا کہ ہم بچ کر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ قریش کے لشکر کو جحفہ کے مقام پر یہ پیغام ملا۔

مکی لشکر میں پھوٹ:

ابوسفیانؓ کا پیغام موصول ہونے پر اخنس بن شریق نے واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن ابوجہل نے تسلیم نہ کیا۔ اس پر اخنس بن شریق بنوزہرہ کے تین سو افراد کو لے کر واپس ہو گیا اور اب مکی لشکر کی تعداد ایک ہزار رہ گئی۔

مسلمانوں کو اطلاع:

وادیٔ ذفران سے گزرتے ہوئے آپ ﷺ کو قافلے کے بچ نکلنے اور قریش کے لشکر کی روانگی کی اطلاعات ملیں اور معلوم ہوا کہ اب مقابلہ قافلے کی بجائے لشکر سے ہوگا۔

مشاورت:

حالات کی اس تبدیلی پر آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ بن عمرو نے پرجوش باتیں کیں۔ یہ تینوں مہاجرین میں سے تھے۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ مجھے مشورہ دو۔ حضرت سعدؓ بن معاذ سمجھ گئے کہ آپ ﷺ انصار کی طرف سے یقین دہانی چاہتے ہیں، انہوں نے اُٹھ کر پرجوش انداز میں اپنے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس پر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا اور آپ ﷺ نے آگے بڑھنے کا حکم دے دیا۔

بدر میں ورود:

اسلامی لشکر کے پہنچنے سے قبل ہی مکی لشکر بدر میں پہنچ چکا تھا اور اپنے طور پر بہتر جگہ پر قابض ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ اترنے کا ارادہ کیا تو حضرت حبابؓ بن منذر نے مشورہ دیا کہ جنگی نقطۂ نظر سے قریش کے قریب ترین چشمہ پر اترنا مناسب ہوگا۔ آپ ﷺ نے اسے تسلیم فرمالیا۔

چشمے بند کرنا:

حضرت حبابؓ بن منذر کے مشورے کے مطابق مسلمانوں نے قریش کے قریب ترین چشمے پر قبضہ کرلیا اور اس کے گرد حوض بنا لیا باقی چشمے بند کردیئے۔ اس طرح قریش کے لئے پانی کے حصول کا مسئلہ بن گیا۔ اب پانی صرف مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔

چھپر کی تعمیر:

میدان جنگ کے شمال مشرق میں ایک بلند ٹیلے پر آپ ﷺ کے لئے ایک حفاظتی چھپر بنادیا گیا کہ جہاں سے آپ ﷺ میدان جنگ پر نظر رکھ سکیں۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کی قیادت میں چند انصاری نوجوانوں کو اس چھپر کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے چھپر پر موجود رہے۔

باران رحمت:

مسلمان نسبتاً بلند اور ریتلی جگہ پر تھے جبکہ کفار چٹیل جگہ پر تھے۔ رات کے وقت رحمت کی بارش ہوئی جس سے مسلمانوں کی ریتلی جگہ قدم جمانے کے قابل ہوگئی، جبکہ کفار کی جگہ پر کیچڑ ہوگیا کہ جس سے قدم پھسلتے تھے۔

آقا ﷺ سجدے میں:

رات بھر حضور اکرم ﷺ سجدے میں گر کر فتح کی دعا فرماتے رہے۔

قریش میں پھر اختلاف:

حکیم بن حزام نے میدان جنگ میں پہنچ کر ایک دفعہ پھر قریش کو واپسی کی رائے دی اور عتبہ بن ربیعہ کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا، لیکن ابوجہل نہ مانا اور اس نے عتبہ کو بزدلی کا طعنہ دیا۔ عتبہ غصے میں آکر کہنے لگا کہ ابھی اسے معلوم ہوجائے گا کہ کون بزدل ہے؟

عامر کا واویلا:

ابوجہل نے خیال کیا کہ کہیں واپسی کی رائے دینے والے افراد زیادہ نہ ہوجائیں، چنانچہ اس نے سریۂ نخلہ میں مارے جانے والے عمرو بن حضرمی کے بھائی عامر کو بھڑکایا۔ عامر نے قریش کو عمرو کا بدلہ لینے پر ابھارنا شروع کردیا اور اس کوشش میں کامیاب بھی ہوگیا۔

ابوجہل کی دعا:

آغاز معرکہ سے قبل ابوجہل نے دعا کی کہ ہم میں سے جو لشکر غلطی پر ہے اللہ اسے برباد کردے۔ ابوجہل کی یہ دعا اس کے اپنے لشکر کی بربادی کی شکل میں پوری ہوئی۔

عشق رسول ﷺ:

حضور اکرم ﷺ ایک تیر کے ساتھ مجاہدین کی صفیں درست فرما رہے تھے کہ حضرت سوادؓ بن غزیہ کہنے لگے کہ آپ نے میرے پیٹ پر تیر لگایا ہے، میں بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنا پیٹ ننگا کردیا کہ بدلہ لے لو۔ حضرت سوادؓ فرط محبت سے آپ ﷺ کے پیٹ کے بوسے لینے لگ گئے۔

پہلا جہنمی:

کفار کے لشکر سے سب سے پہلے اسود بن عبدالاسد مخزومی نکل کر پانی کے حوض کی طرف بڑھا۔ حضرت حمزہؓ نے اسے جہنم واصل کر دیا۔

مبارزت:

قریش کے لشکر سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے نکل کر مبارزت طلب کی۔ اسلامی لشکر سے تین انصاری صحابی نکلے۔ قریشیوں نے کہا کہ ہمارے اپنے بھائی بندوں کو ہمارے مقابلہ میں نکالو۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث کو نکلنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے ولید کا اور حضرت حمزہؓ نے شیبہ کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عبیدہؓ عتبہ کے مقابلے میں زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ و حضرت حمزہؓ اپنے اپنے حریف سے فارغ ہو کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ کون کس کے مقابل تھا؟ اس سلسلہ میں روایات میں کچھ اختلاف ہے۔

عام لڑائی:

قریش نے جب مبارزت میں اپنے کمانڈروں کو مرتے دیکھا تو اب انہوں نے اچانک حملہ کر دیا۔

پہلا شہید:

عام لڑائی میں اسلامی لشکر میں سے سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ کا ایک غلام مہجعؓ ایک تیر لگنے سے شہید ہوا۔

فرشتوں کا نزول:

اسلامی لشکر کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی بھیج دیئے۔ حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ اس دن کسی کا سر کٹ کر گرتا لیکن پتہ نہ چلتا کہ اسے کس نے مارا ہے۔

ابوجہل کا قتل:

اس معرکہ میں دونو جوانوں معاذؓ بن عمرو بن جموح اور معاذؓ بن عفراء یا دوسری روایت کے مطابق معوذؓ بن عفراء نے مل کر ابوجہل کا کام تمام کیا۔ البتہ معرکہ کے خاتمہ پر ابوجہل کا سر حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کاٹا، اس وقت اس میں زندگی کی رمق باقی تھی۔ حضرت معاذؓ اور معوذؓ بن عفراء بعد میں اسی معرکہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت معاذؓ بن عمرو بن جموح نے جس وقت ابوجہل پر حملہ کیا تو عکرمہؓ بن ابوجہل (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے ان پر تلوار کا وار کیا۔ ان کا ہاتھ کٹ کر لٹکنے لگا۔ پھر جب یہ ہاتھ لڑائی میں مخل ہونے لگا تو انہوں نے خود ہی اسے پاؤں کے نیچے رکھ کر کھینچ کر جسم سے الگ کر دیا۔

عمرؓ ماموں کے مقابل:

حضرت عمر فاروقؓ کا ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کی زد میں آ گیا، آپؓ نے اس کے ماموں ہونے کی پرواہ کئے بغیر اسے قتل کر دیا۔

لکڑی سے تلوار:

حضرت عکاشہؓ بن محصن اسدی کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں ایک لکڑی تھما دی۔ انہوں نے لکڑی کو لہرایا تو وہ معجزانہ طور پر تلوار بن گئی اور پھر انہوں نے اسی سے لڑائی کی۔ دورِ صدیق اکبرؓ میں شہید ہونے تک آپؓ ہر معرکہ میں اسی تلوار سے لڑتے رہے۔

فریقین کے مقتولین:

اس معرکہ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے: جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ کفار کے ستر افراد مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنے۔

مکہ میں خبر:

مکہ میں شکست کی خبر سب سے پہلے حیسمان بن عبداللہ نے پہنچائی۔

مدینہ میں خوشخبری:

مدینہ میں فتح کی خوشخبری سب سے پہلے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے پہنچائی۔

آپ ﷺ کی واپسی:

فتح کے بعد تین روز تک آپ ﷺ نے بدر میں ہی قیام فرمایا اور پھر واپس مدینہ آ گئے۔

غزوۂ بدر کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج واثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- مسلمانوں کا حوصلہ بڑھنا: بدر کے اس معرکہ سے مسلمانوں کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔

2- کفار کا حوصلہ پست ہونا: اس معرکہ میں بری طرح شکست کھانے سے کفار کے حوصلے پست ہو گئے۔

3- دیگر قبائل پر اثر: بدر کے اس معرکہ میں شاندار فتح سے عرب کے دیگر قبائل کے دلوں میں بھی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ ذہنی طور پر مرعوب ہو گئے۔

4- قریش کے وقار کا خاتمہ: بدر میں شکست سے قریش کے سیاسی وعسکری وقار کو سخت دھچکا لگا اور اس کا تقریباً خاتمہ ہو کر رہ گیا۔

5- یہود کی بد باطنی کا اظہار: میثاقِ مدینہ کی رو سے یہود کو اس معرکہ میں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہئے تھا لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا، اس سے ان کی اندرونی اسلام دشمنی ظاہر ہو گئی۔

6- قریش کی سیاسی قوت کمزور ہونا: اس معرکہ میں قریش کے بڑے بڑے سردار مثلاً عتبہ، شیبہ، ولید، امیہ بن خلف اور ابو جہل وغیرہ کی ہلاکت سے قریش کی سیاسی قوت بہت کمزور ہو گئی۔

7- اشاعت اسلام میں تیزی: اس معرکہ سے عرب کے دیگر قبائل پر بھی اسلام کا رعب جم گیا اور ان قبائل کے بہت سے افراد نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔

8- شوکت اسلامی: اس فتح سے اسلامی شوکت کا اظہار ہوا اور یہ تصور ختم ہو گیا کہ مسلمان ایک کمزور جماعت ہیں کہ جن کا کسی بھی وقت خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

9- حق ظاہر ہونا: معرکے سے قبل ابو جہل نے باطل کی بربادی کی دعا مانگی تھی۔ چنانچہ قریش کی بربادی سے معلوم ہو گیا کہ قریش ہی باطل پر تھے اور مسلمان حق پر ہیں۔

10- جنگی احکام کا نزول: بدر کے اس معرکہ اور اس میں مسلمانوں کی فتح کے بعد بہت سے جنگی احکام کا نزول ہوا، مثلاً مالِ غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں سے فدیہ وغیرہ کے متعلق احکام نازل ہوئے۔

11- غزوۂ احد کا پیش خیمہ: بدر میں قریش کی شکست غزوۂ احد کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ احد کے معرکے کا ایک بہت بڑا سبب یہی تھا کہ

قریش مسلمانوں سے بدر کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

سوال: غزوۂ احد کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

☆ **غزوہ اُحد کے اسباب وواقعات قلمبند کیجئے۔** (لاہور بورڈ 2010ء)

☆ **غزوہ اُحد کے واقعات تفصیل سے لکھئے۔** (لاہور بورڈ 2011ء)

جواب

غزوۂ احد

یہ غزوہ شوال 3ھ میں پیش آیا کہ جس میں ایک دفعہ تو حالات مسلمانوں کے بالکل خلاف ہو گئے اور وقتی طور پر شکست بھی محسوس ہونے لگی لیکن آخر کار مسلمان دوبارہ کسی حد تک قدم جمانے میں کامیاب ہو گئے، لیکن اس غزوہ میں کسی کی ہار جیت کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔

اسباب:

1- بدر کا بدلہ: بدر میں بری طرح شکست کھانے پر مشرکین مکہ سخت غصہ میں تھے اور اپنی شکست اور رسوائی کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

2- وقار کی بحالی کا مسئلہ: بدر میں شکست سے قریش عرب میں اپنا وقار کھو چکے تھے اور اب وہ اپنا کھویا ہوا وقار مسلمانوں کو شکست دے کر بحال کرنا چاہتے تھے۔

3- تجارتی شاہراہ کا مسئلہ: ہجرت نبوی کے بعد سے قریش کے لئے شام کی تجارتی شاہراہ محفوظ نہیں رہی تھی اور غزوۂ بدر کے بعد سے تو اس شاہراہ پر مسلمانوں کا ہاتھ مزید پکا ہو رہا تھا۔ قریش کو اس کی بہت بے چینی تھی اور وہ مسلمانوں کا خاتمہ کر کے اس شاہراہ کو محفوظ بنانا چاہتے تھے۔

4- قریش و یہود کی ساز باز: یہود در پردہ سازشوں اور قریش کے ساتھ ساز باز میں مصروف تھے۔ انہوں نے میثاق مدینہ کی بھی پرواہ نہیں کی اور اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو بنوقینقاع کو جلاوطن کرنا پڑا تھا اور کعب بن اشرف کو اس کی بیہودگی کی وجہ سے جہنم واصل کروانا پڑا تھا۔

5- قریشی خواتین کے طعنے: بدر کی شکست پر قریشی خواتین اپنے مردوں کو طعنے دیتیں اور بدلہ لینے پر اکساتیں۔ ہندؓ بنت عتبہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں) اس سلسلہ میں پیش پیش تھیں۔

6- شعراء کا کردار: عرب شعراء مثلاً ابوعزہ اور مسافع بن عبدمناف وغیرہ اپنے اشعار سے قریش کو اُبھارنے اور بھڑکانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

7- حضور اکرم ﷺ کے قتل کی سازش: قریش کے دو نوجوانوں عمیرؓ بن وہب (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور صفوان بن امیہ نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس سے باخبر کر دیا اور پھر یہی عمیرؓ کے قبول اسلام کا سبب بن گیا۔

8- غزوۂ سویق: ذی الحج 2ھ میں ابوسفیانؓ نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) مدینہ کے اطراف میں عریض نامی ایک مقام پر حملہ کر دیا اور ایک انصاری اور اس کے حلیف کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کرکرۃ الکدر تک ان کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ نکلے۔

9- سریہ زید بن حارثہ: جمادی الآخرہ 3ھ میں قریش کا ایک تجارتی قافلہ صفوان بن امیہ کی قیادت میں شام کی تجارتی شاہراہ سے ہٹ کر عراق کے راستے پر گامزن ہوا۔ یہ راستہ مدینہ سے کافی فاصلے سے گزرتا تھا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں سو سواروں کا دستہ روانہ کیا۔ ان لوگوں نے قردہ نامی چشمے پر قریش کے قافلے کو جالیا۔ اس واقعہ کا قریش کو بہت رنج تھا چنانچہ وہ بھپر پڑے۔

واقعات

مکی لشکر کی روانگی:

تین ہزار افراد کا مکی لشکر ابو سفیانؓ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ لشکر کے جذبات بھڑکانے اور حوصلہ بڑھانے کے لئے پندرہ عورتیں بھی ہمراہ تھیں۔

مدینہ میں اطلاع: حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ نے مکی لشکر کی تیاری اور روانگی کے سب احوال کی اطلاع آپ ﷺ کے پاس برق رفتار قاصد کے ذریعے بھجوادی۔

مشاورت: اطلاع ملتے ہی حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا اور مدینہ ہی میں قلعہ بند ہونے اور باہر نہ نکلنے کی اپنی تجویز بھی بتلائی۔ بزرگ صحابہ کرامؓ کی بھی یہی رائے تھی، لیکن بہت سے پرجوش نوجوانوں نے اور خاص طور پر ان صحابہ کرامؓ نے کہ جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی اسی پر زور دے رہے تھے، چنانچہ ان نوجوانوں کے جوش و جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے باہر نکل کر لڑنے کا ہی فیصلہ ہو گیا۔

بچوں کا جذبہ: جنگ کے لئے بہت سے کم عمر نوجوان بھی نکل آئے، لیکن آپ ﷺ نے جو افراد کم عمر یا کسی اور وجہ سے ناقابل جنگ تھے انہیں واپس کر دیا۔ البتہ حضرت رافعؓ بن خدیجؓ اپنے پاؤں کی انگلیوں کے بل اونچے ہونے کی کوشش کر رہے تھے کہ میں بچہ نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کے جذبہ اور ان کی تیر اندازی کی مہارت کی وجہ سے انہیں ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ اس پر حضرت سمرہؓ بن جندب کہنے لگے کہ میں بھی بچہ نہیں ہوں، میں کشتی میں رافعؓ کو پچھاڑ سکتا ہوں اور پھر انہوں نے واقعی رافعؓ کو گرا لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت دے دی۔

لشکر کی روانگی: آخر کار حضور اکرم ﷺ ایک ہزار افراد کے لشکر کے ساتھ احد کی طرف روانہ ہوئے۔

عبداللہ بن ابی کی واپسی: مقام شوط سے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ یہ کہتے ہوئے واپس ہو گیا کہ ہماری تجویز مدینہ کے اندر رہ کر دفاع کرنے کی تھی لیکن وہ نہیں مانی گئی۔ عبداللہ بن ابی کی واپسی کے بعد اسلامی فوج کے مجاہدین کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔

بنو حارثہ و بنو سلمہ: عبداللہ بن ابی کے اس اقدام کی وجہ سے قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ اور قبیلہ خزرج میں سے بنو سلمہ کے بھی وقتی طور پر حوصلے پست ہو گئے اور وہ واپسی کا سوچنے لگے لیکن پھر وہ مضبوط ہو گئے۔

تیر اندازوں کا تقرر: حضور اکرم ﷺ نے وادئ قناۃ کے جنوبی کنارے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر جسے اب جبلِ رماۃ کہا جاتا ہے حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی قیادت میں پچاس تیر انداز مقرر فرمائے اور تاکید کی کہ تم نے یہ جگہ ہرگز نہیں چھوڑنی۔

حضرت ابو دجانہؓ کا اعزاز: معرکہ شروع ہونے سے قبل حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو دجانہ سماکؓ بن خرشہ کو ایک تلوار عطا فرمائی۔ حضرت ابو دجانہؓ نے معرکہ میں واقعی تلوار کا حق ادا کر دیا۔

انصار کو بہکانے کی سازش: معرکہ سے کچھ دیر قبل مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ابو سفیانؓ نے انصار کی طرف مہاجرین کا ساتھ چھوڑنے کا پیغام بھیجا لیکن انصار نے اس کا سخت جواب دیا۔

ابو عامر کی کوشش: انصار کے قبیلہ اوس کا ایک سابق سردار ابو عامر حضور اکرم ﷺ کی مخالفت میں مدینہ سے نکل کر قریش سے مل گیا تھا۔ معرکہ شروع ہونے سے قبل اس نے سامنے آ کر اپنے قبیلہ اوس کو حضور اکرم ﷺ کا ساتھ چھوڑنے اور اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، لیکن قبیلہ اوس کے افراد نے اس کا بھی سختی سے جواب دیا۔

قریشی عورتوں کا کردار: قریشی عورتوں نے دف پیٹ کر اور اشعار گا کر اپنے مردوں کو جوش دلانا شروع کر دیا۔

مبارزت: سب سے پہلے قریش کا علم بردار طلحہ بن ابو طلحہ آگے بڑھا اور مبارزت طلب کی۔ حضرت زبیرؓ بن عوام نے آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

بنو عبدالدار: طلحہ بن ابو طلحہ بنو عبدالدار میں سے تھا اور اس کے مرنے کے بعد بنو عبدالدار کے افراد یکے بعد دیگرے پرچم سنبھالتے رہے۔ یہاں تک کہ اس خاندان کے دس افراد پرچم سنبھالتے ہوئے مارے گئے۔ اب جب کہ اس خاندان کا کوئی بھی فرد میدان میں باقی نہ بچا تو انہی کے ایک غلام صواب نے پرچم اُٹھایا لیکن یہ بھی مارا گیا اور پرچم نیچے گر گیا۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت: جبیر بن مطعم اور ہندؓ بنت عتبہ (جو بھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں) نے وحشیؓ بن حرب کو (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے پر مامور کیا تھا۔ یہ حضرت حمزہؓ کی گھات میں رہے اور پھر موقع پا کر نیزے کے وار سے شہید کر دیا۔

تیراندازوں کا کارنامہ: خالدؓ بن ولید نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اپنے سواروں کے دستے کے ساتھ تین دفعہ تیراندازوں والی پہاڑی کی طرف سے بھرپور حملہ کیا، لیکن گھاٹی پر متعین تیراندازوں نے تینوں دفعہ کمال مہارت سے ان کے حملے ناکام بنا دیئے۔

مشرکین کا فرار: مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں سے قریش اس قدر پریشان ہوئے کہ انہیں اپنے گرے ہوئے پرچم کو اٹھانے کی بھی جرأت نہ ہو رہی تھی اور پھر آخر کار وہ بھاگ نکلے۔

مالِ غنیمت: مشرکین کے فرار ہو جانے پر اسلامی لشکر مالِ غنیمت جمع کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

تیراندازوں کی اجتہادی خطا: حضور اکرم ﷺ نے جن پچاس تیراندازوں کو متعین فرمایا تھا اور اس سے قبل انہوں نے نہایت جوانمردی سے خالدؓ بن ولید کے تین حملوں کو بھی پسپا کیا تھا یہاں اُن سے اجتہادی خطا ہو گئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو ہمیں یہاں جمے رہنے کی تاکید کی تھی اب اس کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اب تو جنگ ختم ہو چکی ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے ان میں سے چالیس آدمی گھاٹی چھوڑ کر مالِ غنیمت سمیٹنے والوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیر انہیں منع کر رہے تھے لیکن ان کے ساتھ صرف نو ساتھ باقی رہے۔

خالدؓ بن ولید کا حملہ: خالدؓ بن ولید نے جب تیراندازوں کو گھاٹی سے ہٹتے ہوئے دیکھا تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک اس طرف حملہ کر دیا۔ مسلمان چونکہ اس حملہ کے لئے بالکل تیار نہیں تھے بلکہ مالِ غنیمت کی طرف مشغول تھے اس لئے اس اچانک حملے سے بوکھلا گئے۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں کچھ سمجھ ہی نہ آ رہی تھی کہ کیا ہو رہا ہے حتیٰ کہ حضرت یمانؓ اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت: حضرت مصعبؓ بن عمیر اسلامی پرچم کی حفاظت کرتے ہوئے ابن قمۂ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ: حضرت مصعبؓ بن عمیر کی حضور اکرم ﷺ سے مشابہت تھی۔ حضرت مصعبؓ کی شہادت پر یہ افواہ پھیل گئی کہ حضور اکرم ﷺ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں مزید بددلی پیدا ہو گئی۔

صحابہ کرامؓ کا ردِعمل: حضور اکرم ﷺ کی شہادت کی افواہ سے بہت سے مسلمانوں میں بددلی پھیل گئی اور لڑائی سے اُن کا دل اچاٹ ہونے لگا، لیکن دوسری طرف حضرت انسؓ بن نضر، حضرت ثابتؓ بن دحداح اور کچھ دیگر مسلمان اس سوچ کے ساتھ مزید پرجوش انداز میں حملے کرنے لگے کہ اگر حضور اکرم ﷺ فوت ہو گئے ہیں تو اب ان کے بعد ہم نے زندہ رہ کر کیا کرنا ہے اور یہ کہ اگر وہ فوت ہو گئے ہیں تو اللہ تو زندہ ہے اور دین تو بہر حال ختم نہیں ہو گیا، اس کی حفاظت کے لیے تو لڑنا ہے۔

حضرت کعبؓ بن مالک کی پکار: اسی اثناء میں حضرت کعبؓ بن مالک نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ لیا اور آپ ﷺ کو پہچان کر آواز لگائی کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔ اس آواز سے پہلے بددل ہو جانے والے اصحابؓ میں بھی تازہ ولولہ بیدار ہو گیا۔

کفر کی یلغار: ایک طرف صحابہ کرامؓ حضرت کعبؓ کی آواز سن کر آہستہ آہستہ آپ ﷺ کی طرف بڑھنا شروع ہوئے اور دوسری کفار نے بھی ادھر ہی یلغار کر دی۔ عتبہ بن ابو وقاص کا پتھر لگنے سے آپ ﷺ کا نچلا دانت مبارک شہید ہو گیا، عبداللہ بن شہاب نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک زخمی کر دی، عبداللہ بن قمۂ کی تلوار کے وار سے آپ ﷺ کے خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں دھنس گئیں۔

اصحاب رسول ﷺ کا آپ ﷺ سے عشق: صحابہ کرامؓ نے اس موقع پر جان نثاری کا جو مظاہرہ کیا تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سات انصاری صحابہؓ نے یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کے دفاع میں جانیں دیں، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے آپ ﷺ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے ہاتھ پر روکا جس سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا، حضرت سعدؓ بن ابووقاص نے آپ ﷺ کی جان توڑ مدافعت کی، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے خود کی کڑیاں اس طرح دانتوں سے کھینچ کر نکالیں کہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو، اس کوشش میں اُن کے دو دانت ٹوٹ گئے، حضرت ابودجانہؓ نے اپنی پیٹھ کو آپ ﷺ کی طرف بڑھنے والے تیروں کے لئے ڈھال بنا لیا، حضرت ابوطلحہؓ نے آپ ﷺ کو اپنے پیچھے کر لیا اور اپنی ڈھال سے اپنا اور حضور اکرم ﷺ دونوں کا دفاع کرنے لگے، آپ ﷺ کے سامنے وہ اس طرح کھڑے تھے کہ جو بھی حملہ ہو مجھ پر ہو اور آپ ﷺ کو گزند نہ پہنچے، حضرت مالکؓ بن سنان نے آپ ﷺ کے چہرے پر آ جانے والے خون کو چوس کر صاف کیا، آپ ﷺ نے اسے تھوک دینے کا فرمایا لیکن انہوں نے خون کی یہ توہین گوارہ نہ کی۔

امّ عمارہ: ایک صحابیہ امّ عمارہ نسیبہؓ بنت کعب بھی میدان جنگ میں اتریں اور ابن قمۂ کے مقابل آ گئیں۔ انہوں نے لڑتے لڑتے بارہ زخم کھائے۔

نینداور سکون: ان انتہائی مشکل حالات میں اللہ کی مدد شامل حال ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کو لڑتے لڑتے ایک اونگھ کی جھپکی سی آئی اور اس کے بعد وہ دوبارہ بالکل تازہ دم ہو گئے۔

ابی بن خلف کا قتل: ابی بن خلف آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا۔ صحابہ کرامؓ نے روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو۔ قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے ایک چھوٹے سے نیزے کی انی اسے چبھو دی، جس سے بظاہر معمولی سی خراش آئی۔ چیختا چلاتا ہوا اسی سے ہلاک ہو گیا۔

حضور اکرم ﷺ گھاٹی میں: حضور اکرم ﷺ اپنے گرد جمع ہو جانے والے جاں نثار صحابہ کرامؓ کے دستے کے ہمراہ آہستہ آہستہ منظم انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے گھاٹی میں پہنچ گئے اور پھر باقی لشکر بھی آہستہ آہستہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔

مشرکین کا آخری حملہ: اسلامی لشکر کے گھاٹی میں پہنچ جانے پر ابوسفیانؓ نے ایک دفعہ پھر بھرپور حملہ کیا اور گھاٹی پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن صحابہ کرامؓ نے یہ کوشش ناکام بنا دی۔

شہداء کا مثلہ: کچھ مشرک مردوں اور عورتوں نے شہداء کا مثلہ بنانا شروع کر دیا۔ ہندؓ بنت عتبہ نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں) حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا اور پھر اگل دیا۔

ابوسفیانؓ کی آواز: اب مشرکین واپسی کی تیاری کرنے لگے تو ابوسفیانؓ نے آواز لگائی اور یکے بعد دیگرے حضور اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا نام لے کر کہا کہ کیا یہ زندہ ہیں؟ حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں کہا کہ تینوں زندہ ہیں۔ اس نے پھر کہا: "اُعل ہبل" (ہبل کی جے) حضرت عمر فاروقؓ نے جواب میں کہا: "اللّٰہ اعلیٰ و اجل" (اللہ بلند و برتر ہے) اس نے کہا: لنا عزی ولا عزی لکم (ہمارے لئے مولیٰ اور تمہارے لئے مولیٰ نہیں)۔ اس کے بعد ابوسفیانؓ اگلے سال پھر بدر میں لڑنے کا اعلان کر کے واپس ہو گیا۔

اُصیرمؓ و قزمان اور مخیریق: عین معرکہ کے وقت حضرت عمرو بن ثابت اُصیرمؓ نے اسلام قبول کیا اور شہادت مل گئی اور ایک بدنصیب قزمان تھا کہ اسلامی لشکر کی طرف سے لڑا بھی لیکن اسلام کے لئے نہیں بلکہ صرف قبائلی عصبیت میں اور پھر زخموں سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ مخیریق نامی ایک یہودی بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ یہ میثاق مدینہ کا لحاظ کرتے ہوئے لڑائی میں شریک ہوا تھا، لیکن اس کے کہنے کے باوجود دیگر یہود نے میثاق کا پاس نہیں کیا۔

مدینہ کی طرف واپسی: شہداء کی تدفین کے بعد آپ ﷺ رفقاء کے ہمراہ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

بنو دینار کی عورت: واپسی کے راستے میں بنو دینار کی ایک عورت ملی جسے بتلایا گیا کہ تمہارا باپ، بھائی اور خاوند تینوں شہید ہو گئے ہیں، لیکن اس نے کہا کہ مجھے بس آپ ﷺ کی خیریت بتلاؤ۔

غزوہ حمراء الاسد: دوسرے دن آپ ﷺ اپنے رفقاء کے ہمراہ دوبارہ مدینہ سے نکلے کہ کہیں قریش پلٹ کر دوبارہ حملہ نہ کریں اور قریش واقعی ایسا کرنے بھی والے تھے، لیکن آپ ﷺ کے نکلنے کی خبر سن کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے مقام حمراء الاسد تک ان کا تعاقب فرمایا اور پھر مدینہ واپس آ گئے۔ اس واقعہ کو غزوہ حمراء الاسد کہا جاتا ہے۔

فتح یا شکست؟:

غزوۂ احد کے اس معرکہ میں فاتح کون رہا؟ اس سوال کا کسی بھی فریق کے حق میں جواب دینا مشکل ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ قریش کے صرف 33 افراد کے مقابلہ میں اسلامی لشکر کے 70 جانباز مارے گئے تو جانی نقصان زیادہ ہونے کے لحاظ سے یہ مسلمانوں کی شکست سمجھی جاسکتی ہے۔ دوسری طرف یہ بھی ہے کہ ایک وقتی شکست کے بعد مسلمان اپنے قدم دوبارہ جمانے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئے تھے اور تعاقب بھی اسلامی فوج نے ہی کیا تھا اور شکست خوردہ فوج کبھی تعاقب نہیں کیا کرتی، اس لحاظ سے آخری فتح بہرحال مسلمانوں کی ہی معلوم ہوتی ہے۔

غزوۂ احد کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- یہود کی عداوت ظاہر ہونا: یہود نے اس معرکہ کے لئے بھی قریش سے ساز باز رکھی اور ایک یہودی مخیریق کے ابھارنے کے باوجود انہوں نے مسلمانوں کا کسی قسم کا ساتھ نہ دیا۔

2- قریش میں خود اعتمادی: قریش جو کہ بدر میں شکست کے بعد مسلمانوں سے مرعوب ہو چکے تھے، اس معرکہ سے ان میں دوبارہ خود اعتمادی پیدا ہوگئی اور ان کے دلوں سے مسلمانوں کا رعب نکل گیا۔

3- منافقین کا بے نقاب ہونا: عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ کھل کر سامنے آ گیا۔

4- دیگر قبائل کا شیر ہونا: غزوۂ بدر کے بعد عرب قبائل پر مسلمانوں کا ایک رعب جم چکا تھا، لیکن اس معرکے کے بعد وہ دوبارہ شیر ہونے لگے۔

5- قریش کے وقار کی بحالی: غزوۂ بدر میں قریش کے وقار کو سخت دھچکا لگا تھا، لیکن اس معرکہ کے بعد ان کا سابقہ وقار کسی حد تک بحال ہو گیا۔

6- درسِ اصلاح: اس معرکہ سے مسلمانوں کو یہ سبق بھی ملا کہ آپ ﷺ کے فرامین سے سرمو انحراف بھی نہیں کرنا چاہئے۔ نیز یہ کہ جسے امیر مقرر کیا گیا ہو اس کی اطاعت کی جانی چاہئے۔

7- صحابہ کرامؓ کی محبت کا اظہار: اس معرکہ میں صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے محبت اور جان نثاری کی جو مثالیں قائم کیں ان سے صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ سے محبت کا اظہار ہوا۔

8- اگلے معرکے کا پیش خیمہ: ابوسفیانؓ نے جاتے جاتے اگلے سال بدر کے مقام پر ایک اور معرکے کا اعلان بھی کر دیا تھا۔

سوال: غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق) کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

جواب

غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق)

غزوۂ احزاب کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ معرکہ شوال 5ھ میں شروع ہوا اور تقریباً ایک ماہ جاری رہنے کے بعد ذیقعد 5ھ میں ختم ہوا۔

اسباب:

1- احد میں چیلنج: غزوۂ احد سے واپس پلٹتے ہوئے ابوسفیانؓ نے آئندہ سال بدر میں ایک اور معرکے کا اعلان کیا تھا اور ابھی تک قریش اپنے اس چیلنج کو پورا نہ کر سکے تھے۔

2- غزوۂ بدر دوم: ابوسفیانؓ نے بدر دوم کا چیلنج کیا تھا اور مسلمان مقررہ ایام میں بدر میں پہنچ بھی گئے، لیکن ابوسفیانؓ ایک دفعہ مکہ سے چلنے کے باوجود آگے آنے کی ہمت نہ کر سکا اور قحط و خشک سالی کا بہانہ کر کے مکہ واپس ہو گیا۔ قریش اس خفت کو بھی مٹانا چاہتے تھے۔

3- قبائل عرب: عرب کے مختلف قبائل سے مسلمانوں کی جھڑپیں ہو چکی تھیں جن میں عموماً قبائل کو سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ قبائل بھی اس موقع پر جذبۂ انتقام میں قریش کے ساتھ مل گئے۔

4- اشاعتِ اسلام میں تیزی: اشاعتِ اسلام میں روز بروز تیزی آ رہی تھی کہ جو قریش کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

5- اقتصادی مسائل: شام کی تجارتی شاہراہ کے علاوہ اب عراق کا راستہ بھی قریش کے لئے محفوظ نہیں رہا تھا اور اس صورتحال میں قریش کو اپنی اقتصادیات تباہ ہوتی نظر آ رہی تھیں۔

6- قریش میں اعتماد: احد میں مسلمانوں کی وقتی شکست کی وجہ سے قریش کو دوبارہ اپنی قوت بازو پر اعتماد آ چکا تھا۔ اس لئے اب وہ ایک فیصلہ کن معرکہ لڑ کر مسلمانوں کا مکمل خاتمہ چاہتے تھے۔

7- یہود کی کارروائی: یہود کے قبیلہ بنونضیر کو اپنی شکست اور جلاوطنی پر بہت دکھ اور غصہ تھا۔ چنانچہ وہ کسی بھی انداز میں انتقام لینا چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے بنونضیر کے بیس سردار مکہ آ کر قریش سے ملے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اُبھارتے ہوئے انہیں اپنے تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی۔ پھر انہوں نے بنوغطفان کے پاس جا کر انہیں بھی آمادۂ جنگ کیا۔

واقعات:

پروگرام کا تعین: بنونضیر نے قریش، بنوغطفان اور دیگر قبائل کو آمادۂ جنگ کیا اور ایک مقررہ وقت اور متفقہ پروگرام طے کر لیا گیا۔

فوجوں کی روانگی: طے شدہ پروگرام کے مطابق جنوب کی طرف سے قریش اور ان کے حلیف قبائل کا چار ہزار کا لشکر اور مشرق کی طرف سے بنوغطفان اور اُن کے حلیف قبائل کا چھ ہزار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے چل پڑا۔

مدینہ میں اطلاع: کفار کے دونوں لشکروں کی روانگی کی جلد ہی آپ ﷺ کو اطلاع ہو گئی۔

مشاورت: اطلاع ملتے ہی حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشاورت فرمائی اور پھر حضرت سلمان فارسیؓ کے دفاعی خندق کھودنے کے مشورے پر اتفاق رائے ہو گیا۔

خندق کی کھدائی: مشاورت کے بعد خندق کی کھدائی کا آغاز کر دیا گیا۔ ہر دس افراد کے ذمہ چالیس ہاتھ خندق کھودنا تھا۔ مدینہ چونکہ تین اطراف سے پہاڑوں اور باغات میں گھرا ہوا تھا اور کفار کے اتنے بڑے لشکر کا حملہ صرف شمال کی خالی سمت سے ہی متوقع تھا اس لئے خندق

صرف مدینہ کی شمالی سمت میں ہی کھودی گئی۔ رحمتِ عالم ﷺ خود بھی خندق کھودنے میں شریک رہے۔

پیٹ پر پتھر: مسلمانوں کے پاس خورد ونوش کے وسائل کی کمی تھی اور سخت بھوک برداشت کرنا پڑ رہی تھی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کو اپنی کمر سیدھی رکھنے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑے۔ حضرت ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا کر ایک ایک پتھر دکھایا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے دکھائے۔

معجزات: اس انتہائی کسمپرسی کے عالم میں کچھ معجزات کا بھی ظہور ہوا۔ ایک روز حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور آپ ﷺ کو کچھ اصحابؓ کے ہمراہ دعوت دی۔ آپ ﷺ ایک ہزار اہلِ خندق کو لے کر پہنچ گئے۔ بکری کے بچے سے بنایا جانے والا تھوڑا سا کھانا معجزانہ طور پر سب کو پورا ہو گیا اور ہنڈیا ابھی تک بھری ہوئی تھی۔ ساتھ میں صرف ایک صاع جو کا آٹا بھی کافی ہو گیا بلکہ بچا رہ گیا۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر کی بہن صرف دو مٹھی کھجورا پنے بھائی اور ماموں کے لئے لے کر آئی۔ آپ ﷺ نے کھجوروں کو ایک چادر پر پھیلا دیا اور تمام اہل خندق کو دعوت دی۔ سبھی سیر ہو گئے لیکن چادر ابھی تک بھری ہوئی تھی۔

شام، فارس اور یمن: خندق کی کھدائی کے دوران ایک ایسی چٹان سامنے آ گئی کہ جو کسی سے ٹوٹ نہ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے کدال کی تین ضربوں سے اسے توڑ دیا اور ساتھ ساتھ شام، فارس (ایران) اور یمن کی فتح کی پیشین گوئیاں بھی فرمائیں جو کہ بعد میں پوری ہوئیں۔

قلعہ بندی: خندق کی کھدائی سے فراغت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے تین ہزار افراد کے ہمراہ کوہ سلع کی طرف پشت کر کے ایک قلعہ بندی کی سی شکل اختیار کر لی۔

کفار کا ورود: قریش اور بنوغطفان کے لشکر جب مدینہ پہنچے تو خندق دیکھ کر بہت حیران و پریشان ہوئے۔ یہ ان کے لئے ایک بالکل نئی چیز تھی۔ مجبوراً انہیں مدینہ پر حملہ کی بجائے محاصرہ کر کے بیٹھنا پڑا۔

خندق عبور ہوتی ہے: کفار خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے تو مسلمان ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیتے، جس کی وجہ سے انہیں مجبوراً پیچھے ہونا پڑتا۔ لیکن ایک روز عمرو بن عبدود، ضرار بن خطاب اور عکرمہؓ بن ابوجہل (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) ایک جگہ سے خندق کی چوڑائی کم دیکھتے ہوئے اسے عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر عمرو بن عبدود کا کام تمام کر دیا، باقی دونوں واپس بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔

عصر قضا ہونا: انہی ایام میں ایک روز مصروفیت اس حد تک بڑھی اور کفار کی طرف توجہ مبذول رکھنے میں اس حد تک بات پہنچی کہ آپ ﷺ کی اور صحابہ کرامؓ کی عصر کی نماز بھی قضا ہو گئی۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق ظہر، عصر، مغرب اور عشاء چاروں نمازیں قضا ہو گئیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دو الگ الگ دنوں کے واقعات ہوں اور دو دفعہ نمازیں قضا ہوئی ہوں۔

بنوقریظہ کی بدعہدی: بنوقریظہ کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ مدینہ کے محاصرے کے دوران ایک روز بنونضیر کا ایک سردار حیی بن اخطب بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اور کافی بحث وتمحیص کے بعد اسے مسلمانوں سے بدعہدی کرنے پر آمادہ کر ہی لیا۔

حضرت صفیہؓ کی بہادری: بنوقریظہ کا ایک یہودی فارع نام کے ایک قلعہ کے گرد چکر لگا رہا تھا، جس میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ نے اسے دیکھا تو قلعہ سے باہر نکل کر ایک لکڑی سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کارروائی پر یہود نے یہ خیال کیا کہ ان قلعوں میں بھی مسلمانوں کے حفاظتی لشکر موجود ہیں۔ چنانچہ انہیں دوبارہ کسی قلعہ کی طرف نظر کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

دوطرفہ خطرہ: اب مسلمان دونوں طرف سے سخت خطرے میں گھر چکے تھے۔ پیچھے بنوقریظہ تھے اور آگے دس ہزار کا مشرکین کا لشکر۔ یہ نہایت خطرناک صورتحال تھی۔

حضرت نعیمؓ بن مسعود کا کردار: ان سخت مشکل حالات میں حضرت نعیمؓ بن معسود نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ یہود اور قریش کو ان کے مسلمان ہونے کی کوئی خبر نہ تھی اور اسی چیز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے قریش اور بنوقریظہ کو ایک دوسرے سے نہایت چالاکی و

ہوشیاری سے بدظن کیا اور ان کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔

طوفان: تقریباً ایک ماہ کے محاصرے کے بعد ایک رات سخت طوفان آیا، جس سے کفار کے خیمے اُکھڑنے لگے۔ مجبوراً انہیں محاصرہ ختم کر کے نہایت تیزی سے واپسی کی راہ اختیار کرنا پڑی۔

مقتولین کی تعداد: اس معرکہ میں چھ مسلمان شہید اور دس کافر جہنم واصل ہوئے۔

غزوۂ احزاب کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- کفار کے حوصلے پست ہونا: احد کے بعد کفار کی خود اعتمادی کسی حد تک واپس آ گئی تھی اور ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے لیکن اس خوفناک شکست سے ان کے حوصلے دوبارہ پست ہو گئے۔

2- کفار کے حملوں کا خاتمہ: اس شکست سے قریش اس قدر مرعوب ہوئے کہ اس کے بعد انہیں کبھی بھی دوبارہ مدینہ پر حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔

3- اشاعتِ اسلام: کفار کی پسپائی کے بعد ایک دفعہ پھر اشاعت اسلام میں تیزی آ گئی۔

4- مسلمانوں کے وقار کی بحالی: غزوۂ احد کی وقتی شکست سے مسلمانوں کے وقار کو زبردست دھچکا لگا تھا اس فتح نے اس کے اثر کو ختم کر دیا اور مسلمانوں کا وقار دوبارہ بحال ہو گیا۔

5- غزوہ بنی قریظہ: غزوۂ احزاب میں بنو قریظہ کی بدعہدی کی وجہ سے کفار کی واپسی کے فوراً بعد آپ ﷺ نے بنو قریظہ کی طرف توجہ دی، ان کے مردوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا گیا۔

6- قبائل عرب پر دھاک: دس ہزار کے اس بڑے لشکر کی شکست پر پورے عرب کے تمام قبائل کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

7- جدید طریقوں کا استعمال: حضور اکرم ﷺ کے خندق کھودنے کے مشورے کو تسلیم کرنے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسلام کی سربلندی اور دشمن کی طاقت کو کچلنے کے لئے جدید طریقوں کا استعمال ممنوع نہیں ہے۔

سوال: یہود مدینہ اور مسلمانوں کے تعلقات کا جائزہ لیجئے اور بتایئے کہ مدینہ یہود کی سازشوں سے کس طرح محفوظ ہوا؟

جواب

یہودِ مدینہ

یہود مدینہ اور مسلمانوں کے تعلقات

یہود کے ساتھ معاہدہ:

حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ آتے ہی ایک معاہدہ کیا تھا کہ جسے میثاقِ مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس معاہدے کا ایک حصہ یہود اور دیگر قبائل سے متعلق تھا۔ اس معاہدے کی رو سے جنگ میں یہود اور مسلمانوں کو مل کر کام کرنا تھا، یہود اور مسلمانوں کے تعلقات خیر خواہی کے ہونے تھے، معاہد کے خلاف مخالفانہ کارروائی کی اجازت نہ تھی، مدینہ میں کشت و خون منع تھا، جھگڑے کی صورت میں آخری فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہونا تھا، قریش کو امان نہیں دی جا سکتی تھی، یہود اور مسلمانوں کے درمیان صلح رہنی تھی اور کسی دشمن سے ایک فریق کی صلح دوسرے کی بھی سمجھی جاتی تھی، البتہ مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنیٰ تھیں۔

مسلمانوں کی پاسداری:

اس معاہدہ کی مسلمانوں نے مکمل طور پر پاسداری کی اور مسلمانوں کی طرف سے کوئی ایسی کارروائی نہیں کی گئی کہ جو معاہدہ کی خلاف ورزی سمجھی جا سکے۔

یہود کی شرارتیں:

مسلمانوں کے برعکس یہود نے غلط رویہ رکھا اور کسی نہ کسی انداز میں مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ مسلمانوں کے لئے معاشی مسائل بنانے کی کوشش کرتے، ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے اور حتیٰ کہ ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی بھی کوششیں کرتے۔ بطور مثال ہم صرف ایک واقعہ ذکر کر رہے ہیں کہ جس سے یہود کی شرپسندی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ شاش بن قیس نامی ایک بوڑھا یہودی مسلمانوں کے خلاف سخت بغض رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اوس اور خزرج کے صحابہ کرامؓ کو ایک مجلس میں اکٹھے بیٹھے دیکھ کر اس نے ایک نوجوان یہودی کو مسلمانوں کی اس محفل میں بھیجا۔ اس نوجوان یہودی نے شاش کے سمجھانے کے مطابق ان کی محفل میں دورِ جاہلیت کی اوس وخزرج کی لڑائیوں کا ذکر کرنا شروع کر دیا اور ان لڑائیوں کے متعلق کہے گئے اشعار پڑھنا شروع کر دیئے۔ اس سے اوس و خزرج کے افراد کی آپس میں کچھ تکرار ہونے لگ گئی اور لڑائی کی صورتحال پیدا ہونے لگی۔ حضور اکرم ﷺ کو بہر حال بروقت اطلاع ہو گئی اور آپ ﷺ نے اوس وخزرج کو سمجھا بجھا کر دوبارہ ٹھنڈا کیا۔ مختصر یہ کہ یہودِ مدینہ کو جب بھی موقع ملتا وہ شرارت سے باز نہ آتے تھے۔

یہود سے مدینہ کی حفاظت:

مدینہ میں یہود کے تین بڑے قبائل آباد تھے: بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ۔ یہ تینوں قبائل ہی شر پسند واقع ہوئے تھے اور کسی نہ کسی انداز میں شرارتوں میں مصروف رہتے تھے۔ ان تینوں کے ساتھ الگ الگ نمٹا گیا اور مدینہ کو ان کی شرارتوں اور سازشوں سے محفوظ کیا گیا۔ ذیل میں ہم ان تینوں کا الگ الگ ذکر کر رہے ہیں:

غزوہ بنی قینقاع: بنوقینقاع مدینہ کے یہود کا سب سے بہادر اور سب سے زیادہ شر پسند قبیلہ تھا۔ ایک مسلمان عورت ایک روز کسی کام سے ان کے بازار میں ایک سنار کے پاس گئی۔ یہود نے اس کا کپڑا جو لٹک رہا تھا غیر محسوس انداز میں پیچھے باندھ دیا۔ جب یہ عورت اٹھنے لگی تو کپڑا پیچھے بندھا ہونے کی وجہ سے یہ بے نقاب ہو گئی۔ یہود نے اس پر قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ ایک مسلمان نے مشتعل ہو کر یہودی سنار پر حملہ کر دیا اور اسے ہلاک کر ڈالا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ہمراہ انہیں سبق سکھانے کے لئے نکلے۔ آپ ﷺ کو آتے دیکھ کر یہ لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ 15 شوال 2ھ بروز جمعۃ المبارک آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ 15 دن تک محاصرہ جاری رہا اور آخر کار یہود ہتھیار ڈالنے پر تیار ہو گئے۔ اب ان کا فیصلہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ لوگ اپنی شرارتوں کی وجہ سے سخت سزا کے مستحق تھے لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ان کی سفارش کرنے لگا کہ یہ میرے حلیف ہیں، ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی کا انداز نہایت گستاخانہ تھا اور یہاں تک کہ اس اصرار کے دوران اس نے آپ ﷺ کے گریبان پر بھی ہاتھ ڈالا لیکن آپ ﷺ نے درگزر سے کام لیا اور اس کی سفارش کی وجہ سے بنوقینقاع کو صرف جلاوطنی کا حکم دیا، البتہ ان کے اموال ضبط کر لئے گئے۔ یہ لوگ ملک شام کی طرف چلے گئے اور کچھ ہی دن بعد وہاں ان میں سے اکثر کی موت واقع ہو گئی۔

غزوہ بنی نضیر: بنوقینقاع کے انجام کے بعد ایک شر پسند یہودی کعب بن اشرف کی شرارتوں کی وجہ سے اسے بھی حضور اکرم ﷺ نے جہنم واصل کروایا۔ بنوقینقاع اور کعب بن اشرف کے انجام کے بعد یہود مدینہ کو شرارت بازی کی جرأت نہیں ہو رہی تھی لیکن غزوۂ احد میں مسلمانوں کی وقتی طور پر شکست کی وجہ سے اب یہود کے حوصلے دوبارہ جوان ہو گئے اور حسب سابق شرارتوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک روز حضور اکرم ﷺ ایک دیت کے معاملے کی بات چیت کرنے کے لئے چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بنونضیر کے یہود کے پاس گئے۔ یہود نے

آپ ﷺ کو ایک جگہ پر بٹھایا اور کچھ دیر انتظار کرنے کے لئے کہا۔ آپ ﷺ ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ یہود نے الگ جا کر آپ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کرنا شروع کر دی۔ عمرو بن جحاش نامی ایک یہودی کو انہوں نے ایک چکی دے کر تیار کیا کہ وہ یہ چکی اوپر سے حضور اکرم ﷺ پر گرا کر (معاذ اللہ) آپ ﷺ کو کچل دے۔ سلام بن مشکم نامی ایک یہودی نے انہیں اس اقدام سے منع بھی کیا لیکن وہ باز نہیں آئے۔ دوسری طرف حضور اکرم ﷺ کو حضرت جبرائیل نے آ کر ان کے منصوبے سے آگاہ کر دیا اور آپ ﷺ فوراً اس جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس چلے آئے۔ واپس آ کر آپ ﷺ نے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے ذریعے انہیں نوٹس بھجوایا کہ چونکہ تم نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کی ہے لہٰذا اب تمہیں مدینہ میں مزید برداشت نہیں کیا جا سکتا، 10 دن کے اندر اندر مدینہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اس پیغام کی وجہ سے بنو نضیر ڈر گئے اور مدینہ چھوڑنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے لیکن عبداللہ بن ابی نے ان کے پاس جا کر انہیں تسلی دلاسہ دیا اور اپنے تعاون کی یقین دہانی کروائی کہ میں اپنے دو ہزار ساتھیوں کے ہمراہ تمہارا ساتھ دوں گا۔ عبداللہ بن ابی نے ان سے یہ بھی کہا کہ تمہارے حلیف بنو غطفان اور بنو قریظہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ اس منافق کی باتوں سے انہیں حوصلہ ہوا اور ان کے سردار حیی بن اخطب نے حضور اکرم ﷺ کی طرف جوابی پیغام بھیج دیا کہ ہم مدینہ سے نہیں نکلیں گے، آپ جو کر سکتے ہیں کر لیں۔ حیی بن اخطب کا پیغام موصول ہونے پر آپ ﷺ نے اپنے جان نثاروں کے ہمراہ ان کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کے دوران جنگی ضرورت کے تحت ان کے درخت بھی کاٹے گئے۔ بنو نضیر کو عبداللہ بن ابی، بنو قریظہ اور بنو غطفان سے تعاون کی امید تھی لیکن کوئی بھی ان کی حمایت کے لیے نہیں نکلا۔ صرف چند دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے ہتھیار ڈال کر جلاوطنی کو قبول کر لیا۔ انہیں ہتھیاروں کے علاوہ سب کچھ لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ان میں اکثر خیبر میں جا کر آباد ہوئے البتہ کچھ لوگ ملک شام میں جا بسے۔ یہ غزوہ ربیع الاول 4ھ میں پیش آیا۔

غزوہ بنی قریظہ:

بنو قریظہ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مسلمانوں سے سخت بدعہدی کی اور انتہائی نازک حالات میں انہوں نے مسلمانوں کے لئے دوہری مشکل پیدا کر دی تھی۔ غزوۂ احزاب سے واپسی پر حضور اکرم ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں غسل وغیرہ فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے ہتھیار کیوں اتار دیئے؟ ابھی فرشتوں نے تو ہتھیار نہیں اتارے، بنو قریظہ کی طرف توجہ دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فوراً منادی کروا دی کہ مسلمان عصر کی نماز تک بنو قریظہ کی آبادی میں پہنچ جائیں۔ چنانچہ مسلمان متفرق ٹولیوں میں وہاں پہنچ گئے۔ خود حضور اکرم ﷺ بھی پہنچ گئے اور تین ہزار کے لشکر کے ساتھ بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کے سامنے تین تجاویز رکھیں: اوّل یہ کہ اسلام قبول کر لینا چاہئے، دوم یہ کہ اپنے بیوی بچوں کو خود اپنے ہاتھوں ہلاک کر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑو تاکہ تمہیں پیچھے کی کوئی فکر نہ ہو، سوم یہ کہ ہفتے کے دن اچانک مسلمانوں پر دھوکے سے حملہ کر دو کیونکہ مسلمان ہفتے کے دن مطمئن ہوں گے کہ سبت کا دن ہونے کی وجہ یہود کا حملہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن بنو قریظہ نے اس کی کسی تجویز سے بھی اتفاق نہ کیا اور محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے لیکن ہتھیار ڈالنے سے قبل انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ حضرت ابولبابہؓ کو کچھ دیر کے لئے ہماری طرف بھیجئے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو ان کی طرف بھیج دیا۔ حضرت ابولبابہؓ ان کے حلیف تھے۔ انہوں نے حضرت ابولبابہؓ دل میں شرمندہ ہوئے کہ میں نے جو حلق کی طرف اشارہ کیا تھا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت ہے۔ اس قدر شرمندہ ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آنے کی بجائے مسجد میں جا کر خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا کہ جب تک حضور اکرم ﷺ خود ہی معاف کر کے نہ کھولیں گے یہیں بندھا رہوں گا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف آ جاتا تو میں اس کے لئے بخشش کی دعا کر دیتا اب جو اس نے ایسا کیا ہے تو اللہ کی طرف سے فیصلہ آنے تک میں بھی اسے نہیں کھولوں گا۔ بہر حال بنو قریظہ ہتھیار ڈالنے پر تیار ہو گئے۔ اب ان کا فیصلہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ قبیلہ اوس کے افراد ان کی سفارش کرنے لگے کہ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے اور آپ ﷺ نے ان سے نرمی کا معاملہ کیا تھا، یہ ہمارے حلیف ہیں ان کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے ہی کسی بندے کو فیصلے کا اختیار دے دیا جائے تو کیا خیال ہے؟ وہ حضرت سعدؓ بن معاذ کو فیصلہ کا اختیار دینے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت سعدؓ بن

معاذ غزوۂ احزاب میں زخمی ہونے کی وجہ سے اس معرکہ میں شریک نہیں تھے اُنہیں بلوایا گیا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا جائے۔ چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا جن کی تعداد چھ سے سات سو کے درمیان تھی۔ بنو قریظہ نے انتہائی سخت حالات میں مسلمانوں کے خلاف بدعہدی کی تھی کہ جب مسلمان دس ہزار کے لشکر کا مقابلہ کر رہے تھے اور مسلمانوں کے پاس خورد و نوش کا بھی مناسب انتظام موجود نہیں تھا، ایسے حالات میں مسلمانوں کی پشت کو بھی غیر محفوظ کر دینا اور اس طرف سے بھی حملے کی تیاری کر لینا یہ ایسا بڑا اقدام تھا کہ اس اقدام کی وجہ سے واقعی ان کی یہی سزا بنتی تھی کہ جو اُنہیں دی گئی۔

حرفِ اختتام:

مدینہ میں یہود کے یہی تین بڑے قبائل تھے کہ جن سے یکے بعد دیگرے نمٹا گیا اور ان میں سے دو کی جلاوطنی اور ایک کے قتل سے مدینہ یہود سے خالی ہو گیا اور ان کی آئے دن کی شرارتوں اور سازشوں سے محفوظ ہو گیا۔

سوال: صلح حدیبیہ پر تفصیلی مضمون تحریر کیجئے۔

☆ بیعت رضوان سے کیا مراد ہے؟ صلح حدیبیہ کی شرائط بیان کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2007ء)

☆ صلح حدیبیہ کے اسباب اور شرائط مفصل تحریر کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2009,2012ء)

جواب

صلح حدیبیہ

واقعات

عمرہ کے لیے روانگی:

ذیقعدہ 6ھ میں مسلمان عمرہ کی نیت سے مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ھدی کے اونٹ بھی ہمراہ لئے اور احرام بھی باندھ لئے۔

قریش کی رکاوٹ:

قریش کو جب چودہ سو اصحاب رسول ﷺ کی روانگی کی اطلاع ملی تو انہوں نے انہیں روکنے کی تیاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا تو قبیلہ بنو خزاعہ کے رئیس بدیل بن ورقاء نے آپ ﷺ کو قریش کے ارادوں سے باخبر کیا۔ آپ ﷺ نے انہی کے ذریعے قریش کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کے لئے آ رہے ہیں، جنگ کے لئے نہیں آ رہے۔

وفود کا تبادلہ:

اس کے بعد قریش نے یکے بعد دیگرے مکرز بن حفص، حلیس بن علقمہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مذاکرات کے لیے بھیجا۔ عروہ کے ساتھ کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی۔ عروہ کی واپسی کے بعد آپ ﷺ نے حضرت خراشؓ بن امیہ کو قاصد بنا کر بھیجا۔ قریش کے نوجوانوں نے انہیں شہید کرنا چاہا لیکن یہ بعض لوگوں کی مداخلت سے بچ کر واپس آنے میں کامیاب ہو گئے۔

بیعت الرضوان:

حضرت خراشؓ کے واپس آ جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو قاصد بنا کر بھیجا۔ قریش نے انہیں گرفتار کر کے ان کے قتل کی افواہ اڑا دی۔ اس پر مسلمانوں کے جذبات بھڑک اٹھے اور حضور اکرم ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قصاص عثمانؓ پر صحابہ کرامؓ کی بیعت لی، اسے بیعت الرضوان کہا جاتا ہے۔

قریش کا ہمت ہارنا:

چودہ سو صحابہ کرامؓ کی بیعت کی خبر سن کر کفار کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے نہ صرف یہ کہ حضرت عثمانؓ کو رہا کر دیا بلکہ یہ بھی کہ سہیل بن عمرو عامری کو شرائط صلح طے کرنے کے لئے بھی بھیجا۔

شرائط صلح:

کافی بحث کے بعد مندرجہ ذیل شرائط پر فریقین کا اتفاق رائے ہوا:

1- آئندہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہ ہوگی۔

2- قریش میں سے اگر کوئی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر حضرت محمد ﷺ کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن حضرت محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے اگر کوئی قریش کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

3- عرب قبائل میں سے جو حضور اکرم ﷺ کی طرف اس معاہدہ میں شریک ہونا چاہئیں وہ ان کی طرف سے شریک ہو جائیں اور جو قریش کی طرف سے اس معاہدہ میں شریک ہونا چاہیں وہ ان کی طرف سے شریک ہو جائیں۔

4- اس سال مسلمان مدینہ واپس چلے جائیں۔ اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں، لیکن تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور کوئی ہتھیار بھی ساتھ نہ لائیں سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام میں ہو۔

دستخط:

حضرت علیؓ نے یہ تحریر لکھی اور مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ابو وقاص نے اور قریش کی طرف سے عبداللہ بن سہیل بن عمرو، محمود بن مسلمہ اور مکرز بن حفص نے بطور گواہ دستخط کئے۔

مسلمانوں کی پابندیٔ عہد:

معاہدہ کی شرائط ابھی لکھی جا رہی تھیں کہ قریش کے قاصد سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ (جو ایمان قبول کر چکے تھے) بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پہنچے۔ سہیل بن عمرو نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا، اگرچہ ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا تھا لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابو جندلؓ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے واپس کر دیا۔ ایک اور صحابی حضرت ابو بصیر عتبہؓ بن اسید مکہ سے اسلام قبول کر کے مدینہ آ گئے۔ قریش نے ان کی واپسی کے مطالبہ کے لئے دو آدمی بھیجے، آپ ﷺ نے پاس عہد کرتے ہوئے حضرت ابو بصیرؓ کو ان کے ہمراہ واپس بھیج دیا۔

معاہدہ میں ترمیم:

واپسی کے راستہ میں ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت ابو بصیرؓ نے ان دونوں آدمیوں پر حملہ کر دیا۔ ایک قتل ہوا اور دوسرا بھاگ گیا۔ حضرت ابو بصیرؓ بحیرہ احمر کے قریب شام کی تجارتی شاہراہ پر عیص کے مقام پر جا ٹھہرے۔ آہستہ آہستہ مکہ سے دیگر مسلمان ہونے والے افراد بھی بھاگ کر یہاں جمع ہونے لگے۔ جب ان کی کافی قوت جمع ہو گئی تو انہوں نے قریش کے تجارتی قافلوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے۔ اس سے مجبور ہو کر قریش نے خود ہی معاہدہ میں ترمیم کر کے وہ شرط ختم کرنے کا مطالبہ کر دیا کہ جس کی رو سے قریش میں سے مسلمان ہو کر مدینہ آنے والے کو مسلمان واپس بھیجنے پر مجبور تھے۔

قریش کی بدعہدی:

معاہدہ کی رو سے عرب کے دیگر قبائل مسلمانوں یا قریش سے مل سکتے تھے، چنانچہ بنو خزاعہ مسلمانوں کے اور بنو بکر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔ ان دونوں قبائل میں پرانی چپقلش تھی لیکن اب معاہدہ میں آ جانے کی وجہ سے یہ ایک دوسرے پر حملہ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن بنو بکر نے معاہدہ کا پاس نہ کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر شب خون مارا اور قتل و غارت کی۔ قریش نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ یہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی تھی۔ اس پر بنو خزاعہ نے حضور اکرم ﷺ سے اپیل بھی کی۔

معاہدہ کا خاتمہ:

قریش کی طرف سے معاہدہ کی صریح خلاف ورزی کے بسبب معاہدہ ختم ہوگیا۔ بعد میں قریش کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے ابوسفیانؓ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو تجدید معاہدہ کے لئے بھی بھیجا لیکن اب حضور اکرم ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا۔

تبصرہ:

معاہدہ حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے معاہدے کا پاس کیا، لیکن مخالف فریق نے پہلے اس میں ترمیم کروائی اور پھر اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خود ہی اسے توڑ بھی دیا۔ بعد میں اگرچہ انہوں نے تجدید معاہدہ کی بھی کوشش کی لیکن ظاہر ہے کہ ان کی واضح عہد شکنی کے بعد بھی اب ان پر اعتماد کرنا خلاف مصلحت تھا۔

صلح حدیبیہ کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- اسلامی ریاست کو تسلیم کرنا: اس معاہدہ سے درحقیقت قریش نے مسلمانوں کو ایک الگ قوم اور مدینہ کو ایک مستقل اسلامی ریاست تسلیم کر لیا۔

2- مسلمانوں کی امن پسندی کا ثبوت: شرائط کے مسلمانوں کے بظاہر خلاف ہونے کے باوجود مسلمانوں نے معاہدہ کا پاس کیا' جس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلمان امن پسند قوم ہیں۔

3- قریش کی خرابیوں کا اظہار: دوسری طرف قریش نے پہلے معاہدے میں ترمیم کروائی اور پھر عہد شکنی بھی کی، جس سے ان کی خرابیاں ہر ایک پر ظاہر ہوگئیں۔

4- یہود سے نپٹنا: قریش سے دس سال تک جنگ بندی کا معاہدہ کر کے مسلمان ان کی طرف سے مطمئن ہو گئے اور انہیں فتح خیبر کی شکل میں یہود پر آخری ضرب لگانے کا موقع ہاتھ آیا۔

5- امن و امان: اس معاہدہ کی رو سے قریش اور مسلمانوں کی روز روز کی جھڑپوں کا خاتمہ ہوا اور امن و امان کی فضا قائم ہوئی۔

6- اشاعت اسلام: پرامن فضا کے قیام اور اہل اسلام اور کفار کے آزادانہ میل جول سے اسلام کی حقانیت لوگوں پر واضح ہوئی اور اسلام کی اشاعت میں انتہائی تیزی آئی۔

7- فتح مکہ: اسلام کی اشاعت میں نہایت تیزی آئی اور لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے اور پھر صرف دو سال کے عرصہ میں ہی اسلامی قافلہ اس قدر ہو گیا کہ قریش کی طرف سے معاہدہ توڑے جانے کے بعد مکہ فتح کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کے شرکاء صرف چودہ سو تھے، جبکہ صرف دو سال بعد فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کے ہمراہ دس ہزار کی جماعت تھی۔

سوال: حضور اکرم ﷺ نے ہم عصر حکمرانوں کو جو دعوت اسلام دی، اس کی تفصیل تحریر کیجئے۔

جواب

ہم عصر حکمرانوں کو دعوت

6ھ کے آخر یا 7ھ کے شروع میں حضور اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو خطوط کے ذریعے اسلام کی دعوت دی۔ جب رحمتِ عالم ﷺ نے ان حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ بادشاہ اسی صورت میں خط قبول کریں گے کہ جب ان پر مہر لگی ہوئی ہوگی، چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے مہر بنوائی۔ اس مہر پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا۔ لیکن اس ترتیب سے کہ ''محمد'' سب سے نچلی سطر میں، ''رسول'' اس سے اوپر کی سطر میں اور ''اللہ'' سب سے اوپر والی سطر میں لکھا ہوا تھا۔ اس طرح سے:

اللہ
رسول
محمد

واضح رہے کہ اوپر جو ہم نے حضور اکرم ﷺ کی مہر کا نقشہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی مہر اس طرح سے تھی، اس سے ہماری مراد صرف مہر کی ترتیب ہے، رسم الخط اس طرح سے ہونا مراد نہیں ہے۔

ہادیِ عالم ﷺ نے مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھے جن میں سے نجاشی، مقوقس، کسریٰ اور ہرقل اہم ہیں، لہٰذا ہم یہاں پر ان چاروں کا قدرے تفصیلی اور باقی کا صرف سرسری ذکر کر رہے ہیں:

نجاشی:

تعارف: حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جس نجاشی کو خط لکھا تھا اس کا اصل نام اصحمہ بن ابجر تھا۔

نامہ بر: اصحمہ کی طرف یہ خط آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کے ہاتھ بھیجا تھا۔

نامہ مبارک: اصحمہ کی طرف بھیجے گئے اس خط کی عبارت کے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں جو عبارت لکھی ہے یہاں ہم اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

> ”شروع اللہ کے نام سے کہ جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ تو اسلام قبول کر لے، پس میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بادشاہ ہے، پاک ہے، سلامتی والا ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جسے (اللہ نے) پاکیزہ اور پاکدامن مریم بتول کی طرف ڈال دیا، پس وہ عیسیٰؑ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ پس اللہ نے انہیں (حضرت عیسیٰ کو) اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا، جیسے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میں تمہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ، کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور اس پر سلام کہ جو ہدایت کی پیروی کرے۔“

نجاشی کا قبولِ اسلام:

نجاشی نے حضور اکرم ﷺ کے خط کا احترام کرتے ہوئے اسے آنکھوں سے لگایا۔ تخت سے نیچے اتر آیا۔ حضرت جعفر طیارؓ بن ابو طالب جو ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم تھے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

نامہ بر کی واپسی:

اصحمہ نے حضور اکرم ﷺ کو جوابی خط بھی تحریر کیا اور حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کے ہاتھ ہی یہ جوابی خط حضور اکرم ﷺ کی طرف بھیجا۔ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے آئے ہوئے صحابہ کرامؓ بھی اب عمروؓ کے ساتھ ہی دو کشتیوں میں سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہو چکے تھے، اسلئے ایک کشتی کے سوار سیدھے خیبر کی طرف گئے اور دوسری کشتی کہ جس میں زیادہ تر خواتین اور بچے ہی سوار تھے یہ سیدھے مدینہ آئے۔

نجاشی کی وفات:

غزوۂ تبوک کے بعد رجب 9ھ میں اصحمہ نے وفات پائی اور آپ ﷺ نے اس کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی لیکن معجزانہ طور پر میت آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے کر دی گئی تھی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت سے البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نجاشی کا آپ ﷺ نے جنازہ پڑھایا تھا یہ وہ نجاشی نہیں تھا کہ جس کی طرف آپ ﷺ نے خط لکھا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مقوقس:

تعارف: اسکندریہ کے ہر بادشاہ کو مقوقس کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جس مقوقس کو خط لکھا تھا اس کا اصل نام جریج بن متی یا جریج بن بینا القبطی اور ایک اور روایت کے مطابق بنیامین تھا۔ یہ مصر و اسکندریہ کا حاکم تھا۔

نامہ بر: جریج کی طرف یہ خط آپ ﷺ نے حضرت حاطبؓ بن ابو بلتعہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔

نامہ مبارک: جریج کے نام پر آپ ﷺ کے خط کی عبارت اس طرح سے تھی:

"شروع اللہ کے نام سے کہ جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ اس پر سلام کہ جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد: میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا، لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اہلِ قبط کا (بھی) گناہ ہو گا۔ اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

گفت وشنید:

خط پڑھنے کے بعد جریج نے حضرت حاطبؓ سے کافی بات چیت کی اور آخر پر اس نے کہا کہ میں اس معاملے پر مزید غور کروں گا۔

خط کا احترام:

جریج نے آپ ﷺ کے خط کو احترام کے ساتھ ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک ڈبیا میں رکھ کر اس پر مہر لگا کر اسے سنبھالنے کے لئے ایک لونڈی کے حوالے کیا۔ آپ ﷺ کے قاصد اور خط کا اگرچہ اس نے احترام کیا تھا لیکن ایمان بہر حال قبول نہیں کیا۔

نامہ بر کی واپسی:

جریج نے ایک جوابی خط لکھ کر حضرت حاطبؓ کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی طرف بھیجا اور ساتھ میں آپ ﷺ کے لیے تحائف بھی بھیجے، جن میں دلدل نامی ایک خچر، مابور نامی ایک غلام اور دو لونڈیاں ماریہ قبطیہ اور سیرینؓ بھی تھیں۔ یہ دونوں لونڈیاں رحمتِ عالم ﷺ کے پاس پہنچنے سے قبل راستہ میں ہی حضرت حاطبؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہو چکی تھیں۔ طبری کے بیان کے مطابق ہی دونوں آپس میں سگی بہنیں تھیں۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو حضور اکرم ﷺ نے خود اپنے پاس رکھا اور انہی کے بطن سے آپ ﷺ کے تیسرے اور آخری صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضرت سیرینؓ کو آپ ﷺ نے حضرت حسانؓ بن ثابت کے حوالے کر دیا۔ بعض روایات میں تین یا چار لونڈیوں کا بھی ذکر ہے۔

کسریٰ:

تعارف: فارس (ایران) کے ہر بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جس کسریٰ کو خط لکھا تھا اس کا اصل نام خسرو پرویز تھا۔

نامہ بر: خسرو پرویز کی طرف یہ خط آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ انہوں نے اسے بحرین کے حاکم کے حوالے کیا، جس نے اس خط کو حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی ہی کے ہاتھ یا کسی اور کے ہاتھ آگے خسرو پرویز کی طرف بھیجا۔

نامہ مبارک: خسرو پرویز کے نام آپ ﷺ کے خط کی عبارت اس طرح سے تھی:

> ''شروع اللہ کے نام سے کہ جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام۔ اس پر سلام کہ جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تا کہ جو زندہ ہے اسے (برے انجام سے) ڈرایا جائے اور کفار پر بات ثابت ہو جائے۔ اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اگر تم نے انکار کیا تو مجوس کا گناہ (بھی) تم پر ہوگا۔''

نامہ چاک کر دیا: حضور اکرم ﷺ کے خط میں آپ ﷺ کا نام مبارک کسریٰ کے نام سے پہلے تھا، اس بات کو کسریٰ نے اپنی توہین سمجھا اور غصے میں آ کر آپ ﷺ کا نام مبارک چاک کر دیا اور انتہائی تکبر کے ساتھ کہنے لگا کہ میرا (معاذ اللہ) غلام ہو کر مجھے اس طرح لکھتا ہے۔

رحمتِ عالم ﷺ کو اطلاع: جب حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس کی بادشاہت کے ٹکڑے کرے۔

باذام کو حکم: کسریٰ نے یمن میں اپنے گورنر باذام یا دوسری روایت کے مطابق باذان کو حکم بھیجا کہ حجاز کے اس شخص (حضور اکرم ﷺ) کو میرے پاس لانے کے لئے اپنے آدمی بھیجو۔ باذام نے ایک خط کے ساتھ دو آدمی بھیجے جو کہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور انتہائی ترش لہجے میں آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے انہیں دوسرے دن ملنے کا کہا۔ ان میں سے ایک کا نام بابویہ یا قہرمانہ تھا اور دوسرے کا نام خرخرہ تھا۔

فارس کے حالات: جس دن یہ دو آدمی آپ ﷺ سے ملے اسی روز فارس میں حالات بدل گئے تھے۔ خسرو پرویز کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے فارس کے تخت پر براجمان ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ان حالات کی اطلاع دے دی گئی۔ واقدی کی ایک روایت کے مطابق یہ 10 جمادی الآخرہ 7ھ بروز منگل کا واقعہ ہے۔

باذام کے آدمیوں کی واپسی: دوسرے روز جب باذام کے بھیجے ہوئے دونوں آدمی دوبارہ آپ ﷺ سے ملے تو آپ ﷺ نے انہیں ان حالات کی اطلاع کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بادشاہ کو یہ بات لکھ بھیجتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دونوں آدمی یمن کی طرف واپس ہو گئے۔

شیرویہ کا خط: ان دونوں آدمیوں نے یمن واپس پہنچ کر آپ ﷺ کی کہی ہوئی بات سے باذام کو مطلع کیا۔ چند ہی روز بعد باذام کے پاس شیرویہ کا خط بھی پہنچ گیا کہ جس میں اس نے اپنی تخت نشینی کی تفصیل بتلانے کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ میرے باپ نے تمہیں جس شخص (حضور اکرم ﷺ) کے متعلق لکھا تھا، اسے برانگیختہ نہ کرنا جب تک کہ میرا حکم تمہارے پاس نہ آئے۔

باذام کا قبول اسلام: شیرویہ کا خط ملنے پر جب حضور اکرم ﷺ کی بات کی تصدیق ہو گئی تو باذام اور اس کے ساتھ یمن میں موجود دیگر فارسی لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

قیصر:

تعارف: روم کے ہر بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جس قیصر کو خط لکھا تھا اس کا اصل نام ہرقل تھا۔

نامہ بر: ہرقل کی طرف یہ خط آپ ﷺ نے حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو حکم دیا تھا کہ اسے بصریٰ (موجودہ حوران) کے حاکم تک پہنچا دیں اور وہ آگے اسے ہرقل تک پہنچا دے گا۔ پھر بصریٰ سے آگے ہرقل کے دربار میں بھی خود حضرت دحیہ کلبیؓ ہی گئے۔

نامہ مبارک: ہرقل کے نام آپ ﷺ کے خط کی عبارت اس طرح سے تھی:

> "شروع اللہ کے نام سے کہ جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم روم کے نام۔ اس پر سلام کہ جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد: پس بے شک میں تمہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لاؤ سلامت رہو گے، اسلام لاؤ اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا، لیکن اگر تم نے منہ موڑا تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہو گا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

ابوسفیانؓ سے گفتگو: حضور اکرم ﷺ کا نامہ مبارک ملنے پر ہرقل نے دریافت کیا کہ کیا عرب کا کوئی فرد یہاں موجود ہے۔ اتفاقاً ابوسفیانؓ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تجارت کے لئے غزہ میں تھے۔ ہرقل نے انہیں ایلیاء میں بلوایا۔ جب ابوسفیانؓ دربار میں پہنچے تو بڑے بڑے امراء اور عہدیداران کے علاوہ عیسائیوں کے بڑے بڑے رہبان بھی دربار میں موجود تھے۔ ہرقل نے ابوسفیانؓ سے آپ ﷺ کے متعلق بہت سے سوالات کئے اور ابوسفیانؓ نے ہر سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔ اگرچہ ابوسفیانؓ نے ابھی ایمان قبول نہیں کیا تھا لیکن اس کے باوجود انہیں آپ ﷺ کے متعلق کوئی غلط بات کہنے یا کوئی الٹا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔

ہرقل کا ردعمل: ابوسفیانؓ سے گفت وشنید کے بعد ہرقل کہنے لگا کہ اگر جو کچھ تم نے کہا ہے سچ ہے تو یہ شخص (حضور اکرم ﷺ) میرے قدموں کی اس جگہ کا مالک ہوگا۔ اور میں جانتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن میرا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس پہنچ سکوں گا تو ضرور اس سے ملنے کی کوشش کرتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ ہرقل کی اس گفتگو کو اہلِ دربار نے بہت برا منایا لیکن کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔ ہرقل اگرچہ اسلام کی حقانیت اور حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا قائل ہو گیا تھا لیکن تاج وتخت نے اسے قبول اسلام سے ہٹائے رکھا۔

نامہ بر کی واپسی: ہرقل نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو تحائف وغیرہ دے کر واپس بھیجا لیکن راستہ میں حسمیٰ کے مقام پر قبیلہ جذام کے کچھ افراد نے انہیں لوٹ لیا۔

دیگر خطوط:

حاکم بحرین: آپ ﷺ نے بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کے نام بھی ایک خط حضرت علاءؓ بن الحضرمی کے ہاتھ بھیجا۔ منذر مسلمان ہو گیا اور بحرین کی اکثر آبادی نے بھی ایمان قبول کر لیا۔

حاکم یمامہ: آپ ﷺ نے یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کے نام بھی ایک خط حضرت سلیطؓ بن عمرو بن عبدود عامری کے ہاتھ بھیجا۔ ہوذہ نے قبولِ اسلام کے لئے عہدہ طلب کیا اور آپ ﷺ کے قاصد کو تحائف وغیرہ دے کر رخصت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ زمین کا ایک

ٹکڑا بھی طلب کرے گا تو میں اسے نہیں دوں گا، وہ خود بھی تباہ ہو گیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ بھی تباہ ہو گیا۔ فتح مکہ سے آپ ﷺ کی واپسی پر حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو ہوذہ کے مرنے کی اطلاع دی۔

حاکم دمشق: آپ ﷺ نے دمشق کے حاکم حرث یا حارث بن ابی شمر غسانی کے نام بھی ایک خط حضرت شجاع بن وہبؓ کے ہاتھ بھیجا۔ اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے نہایت تکبر سے کہا کہ مجھ سے میری بادشاہت کون چھین سکتا ہے؟ میں ابھی اُس (حضور اکرم ﷺ) پر چڑھائی کرنے ہی والا ہوں۔

حاکم عمان: آپ ﷺ نے عمان کے حاکم جیفر بن جلندی اور اُس کے بھائی عبد یا عباد بن جلندی کے نام بھی ایک خط حضرت عمروؓ بن العاص کے ہاتھ بھیجا۔ یہ پہلے عبد یا عباد بن جلندی سے ملے۔ وہ فوراً قبولِ ایمان پر تیار ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ ابھی وہ اپنے بھائی کے فیصلے کا بھی منتظر رہا بلکہ اسے ترغیب بھی دیتا رہا۔ کچھ پس و پیش کے بعد جیفر بھی قبول ایمان پر آمادہ ہو گیا اور دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔

سوال: غزوۂ خیبر کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

جواب

غزوۂ خیبر

یہ غزوہ محرم 7ھ میں پیش آیا، جس میں یہود پر آخری کاری ضرب لگا کر ان کی خباثتوں کا خاتمہ کیا گیا۔

اسباب:

1- یہود کا مدینہ سے اخراج: حضور اکرم ﷺ نے یہود کی شرارتوں کی وجہ سے انہیں مدینہ سے جلاوطن کیا تھا اور وہ خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ یہود کو اپنی اس جلاوطنی کا بہت زیادہ دکھ تھا۔

2- غزوۂ احزاب میں یہود کا کردار: غزوۂ احزاب میں یہود کے قبیلے بنو نضیر نے کفار کو مدینہ پر چڑھائی کرنے پر آمادہ کیا تھا اور پھر یہود کے دوسرے قبیلے بنو قریظہ نے بھی انتہائی مشکل حالات میں مسلمانوں سے بدعہدی کی تھی۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے انہیں سبق سکھانا ضروری ہو چکا تھا۔

3- بنو قریظہ کا قتل: بنو قریظہ کی بدعہدی کی وجہ سے انہیں قتل کئے جانے کا بھی یہود کو سخت غصہ تھا۔

4- سلام بن ابوالحقیق کا قتل: یہود کے ایک سردار ابو رافع سلام بن ابوالحقیق کی خباشتوں سے تنگ آ کر حضرت عبداللہؓ بن عتیک نے حضور اکرم ﷺ کی اجازت سے اسے قتل کر دیا تھا۔ یہود کو اس پر بھی غصہ تھا۔

5- اسیر بن زرام کا قتل: یہود کے ایک اور سردار اسیر بن زرام کو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ معاہدہ طے کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لا رہے تھے۔ راستہ میں اس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور ان کے ساتھیوں سے لڑائی شروع کر دی اور یہ تمام یہودی مارے گئے۔

6- قریش سے فراغت: صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ایک حد تک قریش کی طرف سے مطمئن اور فارغ ہو چکے تھے اور یہ وقت یہود کی خباثتوں کے خاتمہ کے لئے نہایت موزوں تھا۔

7- عبداللہ بن ابی کا پیغام: عبداللہ بن ابی نے اپنی پرانی روش کے مطابق خیبر کے یہود کی طرف پیغام بھیجا کہ مسلمان قریش سے فارغ ہو کر اب تمہاری طرف بڑھیں گے۔

8- بنو غطفان کو ساتھ ملانا: خیبر کے یہود نے کنانہ بن ابوالحقیق اور ہوذہ بن قیس کو بھیج کر بنو غطفان کو بھی بھاری لالچ دے کر اپنے ساتھ

ملا لیا تھا۔

9-مدینہ پر حملہ کی تیاری: عبداللہ بن ابی کے پیغام اور بنوغطفان کو ساتھ ملا لینے کے بعد اب خیبر کے یہود مدینہ پر حملہ کی تیاری میں تھے، جس کی حضور اکرم ﷺ کو اطلاع مل گئی۔

واقعات:

اسلامی لشکر کی روانگی: یہود کے ارادوں سے باخبر ہو کر حضور اکرم ﷺ سولہ سو مجاہدین کے ہمراہ خیبر روانہ ہوئے۔

بنوغطفان کی پسپائی: بنوغطفان ایک دفعہ تو خیبر کے یہود کے ساتھ تعاون کے لئے اپنے علاقے سے نکلے، لیکن پھر اسلامی لشکر کو آتے دیکھ کر مرعوب ہو کر اپنے علاقہ میں واپس ہو گئے۔

خیبر کی تقسیم: خیبر کی آبادی دو منطقوں میں تقسیم تھی۔ پہلے منطقے کے دو اہم حصے تھے: پہلے حصے کا نام نطاۃ تھا۔ اس حصہ میں ناعم، صعب بن معاذ اور زبیر تین مشہور قلعے تھے۔ پہلے منطقے کے دوسرے حصے کا نام شق تھا۔ اس حصہ میں ابی اور نزار دو مشہور قلعوں کے علاوہ بھی کچھ قلعے تھے۔ دوسرے منطقے کو کتیبہ کہتے تھے۔ اس منطقہ میں قموص، وطیح اور سلالم تین مشہور قلعے تھے۔

نطاۃ کی فتح: اسلامی فوج نے سب سے پہلے، پہلے منطقے کے پہلے حصہ نطاۃ کے قلعہ ناعم کا محاصرہ کیا اور طویل محاصرہ اور زوردار جنگ کے بعد اسے فتح کر لیا۔ پھر قلعہ صعب بن معاذ فتح کرنے میں خاص دقت نہیں ہوئی۔ اس کے بعد قلعہ زبیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس قلعہ کا راستہ بہت پر پیچ تھا۔ ان کو شکست دینے کے لئے ان کے پانی پر قبضہ کرنا پڑا، جس سے یہ مجبور ہو کر باہر آئے اور مسلمان غالب آ گئے۔ اس طرح پہلے منطقے کا حصہ نطاۃ مکمل طور پر فتح ہو گیا۔

شق کی فتح: پہلے منطقے کے حصہ نطاۃ سے فارغ ہو کر اسلامی فوج نے اس منطقے کے دوسرے حصے شق کی طرف رخ کیا۔ قلعہ ابی آسانی سے فتح ہو گیا لیکن قلعہ نزار کو فتح کرنے کے لئے منجنیق کا استعمال کرنا پڑا۔ اس حصہ کے باقی چھوٹے موٹے قلعے یہود نے خود ہی خالی کر دیئے۔

کتیبہ کی فتح: خیبر کے پہلے منطقے کے دونوں حصوں سے فارغ ہو کر مسلمان دوسرے منطقے یعنی منطقہ کتیبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ واقدی کے بیان کے مطابق اس منطقہ کے تینوں قلعے قموص، وطیح اور سلالم صرف بات چیت سے ہی فتح ہو گئے اور یہود نے ہتھیار ڈال دیئے، لیکن ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قلعہ قموص کی فتح کے لئے جنگ ہوئی تھی البتہ باقی دو قلعوں کے لئے جنگ نہیں ہوئی۔

مرحب سے مقابلہ: مرحب یہود کا ایک نامی گرامی پہلوان اور سردار تھا۔ یہ کس قلعہ میں تھا؟ اس کے متعلق مؤرخین میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ عموماً یہی معروف ہے کہ یہ قلعہ قموص میں تھا۔ بہر حال یہ مرحب قلعہ سے باہر نکلا اور مبارزت طلب کی۔ حضرت عامرؓ بن اکوع اس کے مقابلہ کے لئے نکلے لیکن زخمی ہو گئے۔ بعد میں انہی زخموں کی وجہ سے شہید بھی ہو گئے۔ حضرت عامرؓ کے زخمی ہونے کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ مقابلہ میں آئے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

غزوۂ خیبر کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1-اسلامی سلطنت کی وسعت: خیبر کے اسلامی سلطنت میں شامل ہونے سے اسلامی سلطنت کی حدود پھیل گئیں۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ کسی علاقہ کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا ہو۔

2-خراج کی وصولی: خیبر کی فتح کے بعد پہلی دفعہ خراج کی وصولی کا طریقہ شروع ہوا۔

3-معاشی خوشحالی: خیبر سے اس قدر مال غنیمت حاصل ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"ہم لوگ آسودہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کر لیا۔"

4- کافروں پر ہیبت: خیبر کی فتح سے عالمِ کفر پر اسلام کی مزید ہیبت چھا گئی۔

5- فدک اور تیماء کی فتح: خیبر فتح ہو جانے کے بعد فدک اور تیماء کے یہود نے خود بخود مصالحت کی پیشکش کر دی اور خراج و جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔

6- یہود کی قوت کا خاتمہ: خیبر کی فتح سے یہود کی قوت ختم ہو گئی اور پھر انہیں کبھی بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی بھی میدان میں کھل کر اسلامی لشکر کے مقابلہ میں آسکیں۔

7- قریش کو دھچکا: یہود قریش کے لئے ایک امدادی بازو کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہود کی اس شکست سے جہاں خود ان کی قوت کا خاتمہ ہوا وہاں قریش کو بھی اپنا یہ بازو ٹوٹ جانے کا دھچکا لگا۔

8- زہر کا واقعہ: خیبر میں شکست ہی کے غصہ میں یہودی سردار سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے آپ ﷺ کو زہر آلود گوشت کھلایا۔ آپ ﷺ کو معجزانہ طور پر ایک لقمہ چکھنے پر ہی اطلاع دے دی گئی، جس پر آپ ﷺ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشرؓ بن براء اسی زہر سے شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ بھی وفات تک اس زہر کا اثر محسوس کرتے رہے۔

سوال: معرکۂ موتہ کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

جواب

معرکۂ موتہ

یہ معرکہ جمادی الاولیٰ 8ھ میں پیش آیا۔ چونکہ اس معرکہ میں حضور اکرم ﷺ نے خود شرکت نہیں فرمائی تھی اس لئے اس معرکہ کو غزوہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ اسے سریہ کہا جائے گا۔

اسباب:

1- قیصر کے خدشات: قیصرِ روم ہرقل عرب میں ایک منظم طاقت کو ابھرتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو کہ سارے عرب کو زیرنگیں کر رہی تھی۔ وہ یہ خدشہ محسوس کر رہا تھا کہ عرب کو زیرنگیں کرنے کے بعد اس منظم قوت کا رُخ روم کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ اسے جلد ہی یہ وقت آتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس طرح سے اسے اپنا اقتدار بھی خطرے میں محسوس ہو رہا تھا۔

2- سفیرِ رسول ﷺ کا قتل: حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم کی طرف ایک خط بھیجا۔ راستہ میں بلقاء پر مامور رومی گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں پکڑ کر شہید کر دیا۔ یہ وہ فوری سبب تھا کہ جس کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے لشکر روانہ فرمایا۔ قاصد یا سفیر کا قتل ظاہر ہے کہ ایک سخت غیر اخلاقی حرکت تھی اور مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے کا سبب تھی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے خلاف ایک نہایت بھونڈے انداز میں اعلانِ جنگ تھا۔ سفیر کا قتل کبھی بھی اور کسی بھی معاشرے میں جائز نہیں سمجھا گیا۔

واقعات:

لشکر کی روانگی: قاصد کے قتل کی اطلاع ملنے پر حضور اکرم ﷺ نے تین ہزار کا لشکر بدلہ لینے کے لیے روانہ فرمایا۔

لشکر کے اُمراء: حضور اکرم ﷺ نے یہ لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں روانہ فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ اگر زید شہید کر دیئے جائیں تو حضرت جعفر طیارؓ بن حضرت ابو طالبؓ کو سپہ سالار مقرر کیا جائے اور اگر جعفرؓ بھی شہید کر دیئے جائیں تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو سپہ سالار بنایا جائے اور اگر عبداللہؓ بھی شہید کر دیئے جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر مقرر کر لیں۔

رومی لشکر کی اطلاع: مدینہ سے چلتے ہوئے یہی خیال تھا کہ صرف بلقاء والوں سے بدلہ لینا ہے، کسی بڑے لشکر سے مقابلہ کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ لیکن جب یہ تین ہزار کا لشکر معان کے مقام پر پہنچا تو اطلاع ملی کہ قیصرِ روم ہرقل بلقاء کے علاقے مآب میں دو لاکھ کے لشکر کے

ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں خیمہ زن ہے۔

مشاورت: معان کے مقام پر یہ اطلاع ملنے پر صحابہ کرامؓ اس مقام پر دو روز تک مشاورت کرتے رہے کہ کیا صرف تین ہزار کے مختصر لشکر کے ساتھ دو لاکھ کے بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا مناسب ہے؟ کچھ صحابہ کرامؓ کا مشورہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کو اس صورتحال کی اطلاع بھیجی جائے۔ آپ ﷺ یا تو مزید کمک بھیج دیں گے اور یا جو بھی حکم فرمائیں گے اس پر عمل کیا جائے۔ لیکن حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کی پرجوش تقریر کے بعد یہی متفقہ فیصلہ ہوگیا کہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے ٹکرا جانا چاہیے۔

میدانِ جنگ میں: اسلامی فوج آگے روانہ ہوئی۔ دوسری طرف رومی فوج بھی بڑھ رہی تھی۔ موتہ کے مقام پر دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں۔ موتہ موجودہ اردن میں بلقاء کے قریب ایک بستی ہے۔

جنگ کا پہلا دن: جنگ کا آغاز ہوا، گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت جعفر طیارؓ بن حضرت ابوطالبؓ اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے۔ حضرت ثابتؓ بن ارقم نے آگے بڑھ کر پرچم تھاما اور آواز دی کہ مسلمانو! کسی کو امیر مقرر کرلو۔ صحابہؓ نے کہا کہ آپ نے پرچم تھاما ہے؟ یہ ذمہ داری آپ ہی نبھائیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ کام نہیں کرسکوں گا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے مشورہ کر کے حضرت خالدؓ بن ولید کو امیر مقرر کیا۔

خالدؓ جنگ لڑتے ہیں: حضرت خالدؓ بن ولید نے اس روز جرأت و بہادری کی مثال قائم کر دی۔ لڑتے لڑتے آپؓ کے ہاتھ سے نو تلواروں ٹوٹیں اور پھر ایک چھوٹی سی تلوار کے ساتھ لڑتے رہے۔

خالدؓ سیف اللہ: ادھر مدینہ میں رحمتِ کائنات ﷺ نے بذریعہ وحی صحابہ کرامؓ کو آگاہ فرمادیا کہ زیدؓ، جعفر اور عبداللہؓ تینوں شہید ہو چکے ہیں اور اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اٹھالیا ہے اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا کی ہے۔ اس روز سے حضرت خالدؓ بن ولید کا لقب سیف اللہ پڑ گیا۔

کامیاب پسپائی: حضرت خالدؓ بن ولید محسوس کر رہے تھے کہ دو لاکھ کے مقابلہ میں زیادہ دیر ڈٹے رہنے کی کوشش کرنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ دوسرے روز آپؓ نے نہایت بہترین حکمت عملی کے ساتھ اس خوبصورت انداز میں آہستہ آہستہ اپنی فوج کو پیچھے ہٹایا کہ رومی اسلامی لشکر کے پسپا ہونے سے بھی خوفزدہ رہے اور اسے کوئی جنگی چال سمجھتے رہے اور انہیں مسلمانوں کے تعاقب کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نہایت کامیابی کے ساتھ اپنی فوج کو باحفاظت واپس لے آنے میں کامیاب ہوگئے۔

مقتولین: اس معرکہ میں باوجود اس کے کہ مقابل میں دو لاکھ کا لشکر تھا لیکن مسلمانوں کے صرف بارہ افراد شہید ہوئے، جبکہ رومیوں کے مقتولین کی تعداد کا صحیح علم نہیں ہوسکا۔ اندازہ یہی ہے کہ رومی بہت بڑی تعداد میں مارے گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر صرف حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹتی ہیں تو یہ بہت سے رومیوں کا صفایا کر کے ہی ٹوٹی ہوں گی اور باقی مسلمانوں کے ہاتھوں بھی وہ بڑی تعداد میں مارے گئے ہوں گے۔

معرکۂ موتہ کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- رومیوں پر رعب: موتہ میں صرف تین ہزار کی فوج کے ساتھ دو لاکھ کے لشکر سے ٹکرا جانے سے رومیوں کے دلوں پر مسلمانوں کا ایک رعب جم گیا۔ غالباً مسلمانوں کا یہی رعب تھا کہ جس کی وجہ سے بعد میں تبوک میں رومیوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

2- قریش کی مایوسی: معرکۂ موتہ میں اسلامی فوج کے کارناموں کو دیکھ کر اب قریش یہ سوچنے پر مجبور ہو چکے تھے کہ اسلام کو روکنا اور اس کا مقابلہ کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ پھر صرف چار ماہ بعد جب مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تو قریش کو انہیں روکنے یا ان کا مقابلہ کرنے کی

جرأت نہ ہو سکی۔

3- پیشین گوئی: حضور اکرم ﷺ نے اسلامی فوج کی روانگی کے ساتھ حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہؓ کو یکے بعد دیگرے امیر بنانے کی نصیحت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ اگر عبداللہؓ بھی شہید ہو جائیں تو کسی کو بھی امیر مقرر کر لینا۔ یہ گویا ایک طرح سے پیشین گوئی تھی کہ یہ تینوں اصحابؓ اس معرکہ میں شہید ہو جائیں گے اور پھر واقعی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

4- حضرت خالدؓ کا لقب: اسی جنگ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو سیف اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

5- بڑے لشکر سے ٹکرانے کا تجربہ: اس معرکہ میں مسلمانوں کو یہ تجربہ حاصل ہوا کہ کس طرح ایک بہت بڑی فوج کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور اگر پسپائی بھی اختیار کرنی پڑی تو کیسا انداز اپنا کر کامیاب پسپائی کی جا سکتی ہے۔

سوال: **غزوۂ فتح مکہ کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔**

☆ **فتح مکہ کے اسباب واقعات تحریر کیجئے۔** **(لاہور بورڈ 2007ء)**

☆ **فتح مکہ پر نوٹ لکھئے۔** **(گوجرانوالہ بورڈ 2008ء)**

☆ **فتح مکہ کے اہم واقعات اور نتائج بیان کیجئے۔** **(لاہور بورڈ 2011ء)**

☆ **فتح مکہ کے اسباب و نتائج تحریر کریں۔** **(ملتان بورڈ 2012ء، سرگودھا بورڈ 2012ء)**

جواب

غزوۂ فتح مکہ

10 رمضان المبارک 8ھ کو حضور اکرم ﷺ مکہ کی فتح کے لیے مدینہ سے چلے۔ یہ قریش کے ساتھ مسلمانوں کا آخر فیصلہ کن بڑا معرکہ تھا۔

اسباب:

1- کفر و اسلام کی کشمکش: حضور اکرم ﷺ کے اعلانِ نبوت سے ہی قریش اور مسلمانوں میں عداوت چلی آ رہی تھی جس نے ہجرت نبوی ﷺ کے بعد عسکری کارروائیوں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اب ایک فیصلہ کن معرکہ ضروری ہو چکا تھا کہ جس سے اس کشمکش کا خاتمہ ہو۔

2- مسلمانوں کا قبلہ: مکہ میں مسلمانوں کا قبلہ اور مرکز تھا اور ظاہر ہے کہ فطری طور پر مسلمان اپنے قبلہ پر کفار کا قبضہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

3- خانہ کعبہ میں بت: قریش نے خانہ کعبہ میں 360 بت نصب کر رکھے تھے اور ظاہر ہے کہ توحید کے داعی مذہب کے پیروکار یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے مرکز اور ان کے قبلہ میں بت موجود ہوں اور شرک عام ہو۔

4- بنوخزاعہ پر حملہ: بنوبکر نے بنوخزاعہ پر شعبان 8ھ میں شب خون مارا اور بہت زیادہ قتل و غارت کی۔ قریش نے معاہدۂ حدیبیہ کی صراحتہً خلاف ورزی کرتے ہوئے بنوبکر کا بھرپور ساتھ دیا۔

5- بنوخزاعہ کی اپیل: بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے اور بنوبکر کے حملہ پر بنوخزاعہ کے عمرو بن سالم نے حضور اکرم ﷺ سے مدد کی اپیل کی۔

6- حرم کی بے حرمتی: بنوبکر کے حملہ میں بنوخزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی اس پر بنوبکر حملے سے رک گئے لیکن ان کے سردار نوفل بن معاویہ نے انہیں حرم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حملہ جاری رکھنے کا حکم دیا اور حدودِ حرم میں بنوخزاعہ کا خون بہا کر حرم کے تقدس کو پامال کیا گیا۔

7- معاہدہ کا خاتمہ: بنوبکر کا ساتھ دے کر عملی طور پر قریش نے معاہدۂ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے توڑ دیا۔ بعد میں ابوسفیانؓ

نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ کی کوشش کی لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا کیونکہ ایسے بد عہدوں سے تجدید معاہدہ کرنا خلاف حکمت تھا۔

واقعات:

غزوہ کی تیاری اور اخفاء: بنوبکر کے بنوخزاعہ پر حملے اور قریش کی معاہدۂ حدیبیہ کی واضح خلاف ورزی پر حضور اکرم ﷺ نے غزوہ کی تیاری کا حکم فرمادیا اور ساتھ ہی آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ ہمارے قریش کے سروں پر پہنچنے تک قریش کو ہماری روانگی کی خبر نہ مل سکے۔

حضرت حاطبؓ بن ابوبلتعہ کا رقعہ: حضرت حاطبؓ بن ابوبلتعہ بدری صحابی تھے۔ یہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور ان کے اہل وعیال مکہ ہی میں تھے۔ باقی مہاجرین کے مکہ میں خاندان اور قبیلے موجود تھے لیکن ان کے اہل وعیال کے علاوہ مکہ میں ان کا کوئی اور خاندان یا قبیلہ وغیرہ نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ اگر میں مکہ والوں کو اسلامی لشکر کی خبر دے دوں تو اس سے قریش پر میرا ایک احسان ہو جائے گا اور وہ میرے اہل وعیال سے اچھا معاملہ کریں گے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ اس خیال کے تحت انہوں نے سارہ نامی ایک لونڈی کے ذریعے قریش کو ایک خط بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوگئی اور راستہ میں ہی اس لونڈی کو پکڑ کر خط برآمد کرلیا گیا۔ بعد میں حضرت حاطبؓ بہت زیادہ نادم ہوئے اور حضور اکرم ﷺ سے معافی مانگ لی۔

اسلامی لشکر کی روانگی: 10 رمضان المبارک 8ھ کو حضور اکرم ﷺ دس ہزار صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں جحفہ کے مقام پر آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مع اہل وعیال ملے، جو کہ اسلام قبول کر کے ہجرت کر کے آرہے تھے۔

مرّ الظہر ان میں پڑاؤ: راستہ میں جب آپ ﷺ مرالظہر ان پہنچے تو آپ ﷺ نے پڑاؤ کرنے اور آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابوسفیانؓ کا قبول اسلام: حضرت ابوسفیانؓ، حضرت بدیلؓ بن ورقاء اور حضرت حکیمؓ بن حزام حالات معلوم کرنے کے لئے مکہ سے نکلے اور اتنے بڑے لشکر اور دور دور تک آگ کے الاؤ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے کہ حضرت عباسؓ نے انہیں دیکھ لیا اور ان کو دربارِ نبوی ﷺ میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں دیکھ کر حضرت ابوسفیانؓ کو قتل کرنا چاہا لیکن حضرت عباسؓ نے ان کے لئے رحمتِ عالم ﷺ سے پناہ طلب کر لی۔ حضرت بدیلؓ بن ورقاء اور حضرت حکیمؓ بن حزام نے تو اسی وقت اسلام قبول کرلیا، جبکہ حضرت ابوسفیانؓ نے دوسرے دن اسلام قبول کیا۔

لشکر کا نظارہ: دوسرے دن مرالظہر ان سے لشکر کی روانگی کے وقت حضور اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت عباسؓ نے حضرت ابوسفیانؓ کو ایک ٹیلے پر کھڑا کر کے لشکر کا نظارہ کروایا۔

مکہ میں داخلہ: اسلامی لشکر مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہوا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے، جو خانہ کعبہ میں پناہ لے لے اسے امان ہے، جو حضرت ابوسفیانؓ کے گھر میں پناہ لے لے اسے امان ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت حکیمؓ بن حزام کے گھر کے متعلق بھی فرمایا تھا کہ جو ان کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی امان ہے۔

معمولی جھڑپ: اسلامی لشکر مختلف راستوں سے مکہ میں داخل ہوا اور صرف حضرت خالدؓ بن ولید کے دستے کے ساتھ صفوانؓ بن امیہ اور عکرمہؓ بن ابوجہل (یہ دونوں ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور ان کے ساتھیوں کی معمولی جھڑپ ہوئی، جس میں باختلاف روایات دو یا تین مسلمان شہید ہوئے اور بارہ یا تیرہ کافر مارے گئے۔

بت شکنی: رحمتِ عالم ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ حجر اسود کا بوسہ لیا اور طواف کیا۔ طواف کے بعد آپ ﷺ نے خانہ کعبہ میں نصب 360 بتوں کو توڑا اور جو تصاویر تھیں وہ بھی آپ ﷺ کے حکم سے حضرت عمر فاروقؓ نے مٹا دیں۔

معافی کا اعلان: اس موقع پر آپ ﷺ نے قریش کے لئے عام معافی کا اعلان فرمایا۔

اکابر مجرمین: صرف چند افراد کے متعلق آپ ﷺ نے قتل کے احکام جاری فرمائے۔ ان میں سے بھی بعد میں بعض نے معافی طلب کر لی

اور اسلام قبول کر لیا، البتہ بعض مجرموں کو ان کے سنگین جرائم کے باوجود معافی طلب نہ کرنے اور اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔

غزوۂ فتح مکہ کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- بتوں کا صفایا: اس غزوہ کے نتیجہ میں کعبہ میں رکھے گئے بتوں کا صفایا ہو گیا۔

2- شرک کا خاتمہ: بتوں کا صفایا ہونے کے ساتھ ساتھ مکہ سے شرک کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

3- مرکز پر قبضہ: مکہ سیاسی طور پر پورے عرب کا مرکز تھا اور اس غزوہ کے نتیجہ میں عرب کے اس سیاسی مرکز پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

4- اشاعتِ اسلام: مکہ کی فتح سے اشاعتِ اسلام میں مزید تیزی آئی۔ وہ قبائل جو قریش سے ڈر کر ابھی تک اسلام قبول نہیں کر رہے تھے اب ان کے قبول اسلام میں بھی کوئی رکاوٹ نہ رہی۔

5- عفو عام کا قریش پر اثر: قریش جنہوں نے ہمیشہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو ہر طرح کی اذیت دی تھی آپ ﷺ نے ان کے لیے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ اس عفو عام کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے گرویدہ ہو گئے۔

6- طویل کشمکش کا خاتمہ: مکہ کی فتح سے قریش اور مسلمانوں کے درمیان جاری طویل کشمکش کا خاتمہ ہوا اور قریش بھی اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

7- سیاسی وحدت: مکہ کی فتح اور پورے عرب میں اشاعتِ اسلام سے عرب ایک سیاسی وحدت بن گیا اور اسلام پورے عرب کا واحد دین بن گیا۔

سوال: غزوۂ حنین کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

غزوۂ حنین

یہ غزوہ فتح مکہ کے چند روز بعد شوال 8ھ میں پیش آیا۔

اسباب:

1- ہوازن و ثقیف کا غرور: مکہ کے فتح ہو جانے سے عرب کے اکثر قبائل تو مرعوب ہو گئے لیکن ہوازن اور ثقیف کے قبائل اپنے غرور کے نشے میں ڈٹے رہے۔

2- وقار کا مسئلہ: مسلمانوں کے عروج سے ہوازن اور ثقیف کو اپنا وقار مجروح ہوتا نظر آ رہا تھا۔ انہیں اطاعت قبول کرنا اپنی عزتِ نفس کے خلاف محسوس ہو رہا تھا۔

3- اسلام دشمنی: ہوازن اور ثقیف ابھی تک اپنی اسلام دشمنی پر قائم تھے اور انہیں ابھی تک اسلام میں حقانیت نظر نہیں آئی تھی۔

4- دیگر قبائل کا تعاون: چند دیگر قبائل بھی ابھی تک اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے تھے۔ چنانچہ مضر، جشم اور سعد بن بکر کے قبائل اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

5- مکہ پر حملہ کا منصوبہ: ان قبائل نے مل کر مالک بن عوف نصری کی قیادت میں مکہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا، جس کی حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ہو گئی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

واقعات

دشمن کی روانگی:

مالک بن عوف کی قیادت میں یہ لوگ نکلے۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال اور مویشیوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا۔ مالک بن عوف کا خیال تھا کہ اہل وعیال اور مویشی ساتھ ہوں گے تو ہمارے جوان ان کے دفاع کی خاطر لڑیں گے اور پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔

درید بن صمہ کا مشورہ:

کفار کے لشکر نے جب وادی اوطاس میں پڑاؤ کیا تو ان کے ایک تجربہ کار بوڑھے درید بن صمہ نے مالک بن عوف کو بیوی بچوں اور مویشیوں کو واپس کرنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے تسلیم نہ کیا۔

مکہ میں اطلاع:

حضور اکرم ﷺ فتح مکہ کے بعد ابھی تک مکہ میں ہی تھے اور یہیں پر آپ ﷺ کو ان لوگوں کی کارروائیوں کی اطلاع ملی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوحذرد اسلمیؓ کو تحقیق احوال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر تصدیق کر دی کہ واقعی ہوازن اور ثقیف مکہ پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اسلامی لشکر کی روانگی:

6 شوال 8ھ کو حضور اکرم ﷺ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف نکلے۔ دس ہزار وہی افراد تھے جو فتح مکہ کے لئے آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور باقی دو ہزار مکہ سے ساتھ ہوئے تھے جن میں سے اکثر نومسلم تھے۔

مسلمانوں کا اظہارِ تفاخر:

راستہ میں بعض مسلمانوں نے اپنی کثرتِ تعداد پر فخر کرتے ہوئے کہہ دیا کہ آج ہمیں کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔

تیراندازوں کا حملہ:

10 شوال کو اسلامی لشکر حنین پہنچا تو مالک بن عوف 'جو پہلے ہی تیرانداز یہاں چھپا چکا تھا' نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ کروادی۔ جس سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگنے لگے۔

آنحضرت ﷺ کی شجاعت:

حضور اکرم ﷺ اپنے خچر دلدل پر سوار تھے (جو جریج مقوقس اسکندریہ مصر نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا) اور اس سخت سراسیمگی کے عالم میں بھی آپ ﷺ کا رخ کفار ہی کی طرف تھا۔ آپ ﷺ اپنے خچر کو آگے بڑھاتے ہوئے فرما رہے تھے:

ان النبی لا کذب ان ابن عبد المطلب

یہ جھوٹ نہیں ہے کہ میں نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔

حضرت عباسؓ کا پکارنا:

حضور اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے مسلمانوں کو پکارا، جس کا اثر یہ ہوا کہ بھاگتے ہوئے مسلمان تیزی سے واپس پلٹنے لگے۔

بھرپور حملہ:

اسلامی لشکر نے واپس پلٹ کر بھرپور حملہ کیا۔ جوش و جذبات کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی زرہیں پھینک دیں اور اونٹوں سے اتر کر دشمن پر حملے شروع کر دیئے۔

دشمن کا فرار:

اسلامی فوج کے اس سخت حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے ہوازن اور ثقیف کو بھاگنا پڑا۔ کچھ اوطاس کی طرف بھاگے، کچھ نخلہ کی طرف اور کچھ طائف کی طرف۔

تعاقب:

اوطاس اور نخلہ کی طرف بھاگنے والوں کے تعاقب میں حضور اکرم ﷺ نے دو دستے روانہ فرمائے، جنہوں نے معمولی جھڑپوں کے بعد انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

غزوۂ طائف:

سب سے بڑا گروہ طائف کی طرف بھاگا تھا۔ اس کے تعاقب میں حضور اکرم ﷺ خود اپنے اصحابؓ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور قلعہ طائف کا محاصرہ کر لیا۔ طویل محاصرے کے باوجود قلعہ فتح ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا، جبکہ قلعہ والوں کے پاس سال بھر کا سامان خورد و نوش بھی جمع تھا اور وہ تیروں کی بوچھاڑ کر کے اور گرم لوہے کے ٹکڑے پھینک کر مسلمانوں کا کافی نقصان بھی کر رہے تھے اس لئے آپ ﷺ نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

غزوۂ حنین میں بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ واپسی پر جعرانہ کے مقام پر آپ ﷺ نے یہ مال تقسیم کیا۔ نئے مسلمان ہونے والوں کی تالیف قلب کے لئے انہیں کافی زیادہ حصہ دیا گیا۔ اس پر بعض انصاری نوجوانوں نے قدرے ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے پراثر خطاب فرمایا اور کہا کہ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ مال لے جائیں اور تم رسول اللہ کو لے جاؤ؟ اس پر وہ اس قدر نادم ہوئے کہ روتے روتے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

وفد ہوازن کی آمد:

مالِ غنیمت تقسیم ہو جانے کے بعد ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قیدی اور مال واپس کرنے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے حصے میں آنے والا مال اور قیدی واپس کر دیئے، یہ دیکھ کر سب صحابہؓ نے مال اور قیدی واپس کر دیئے۔

غزوۂ حنین کی اہمیت، نتائج اور اثرات:

ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- **کفر کی آخری طاقت کا خاتمہ:** اس معرکہ سے عرب میں کفر کی آخری طاقت بھی ختم ہو گئی۔

2- **تمام عرب پر حکومت:** ہوازن اور ثقیف کی پسپائی کے بعد اب پورے جزیرۂ عرب پر حضور اکرم ﷺ کی حکومت قائم ہو گئی۔

3- **کسی کو خوش فہمی نہ رہی:** ہوازن اور ثقیف کے غرور کے خاتمہ کے بعد اب عرب میں کسی اور کو یہ خوش فہمی نہ رہی کہ وہ اسلام کے مقابل آنے کی طاقت رکھتا ہے۔

4- **دیگر امور کی طرف توجہ:** صحابہ کرامؓ نے جس طرح حضور اکرم ﷺ کے عمل کو دیکھتے ہوئے ہوازن کا مال اور ان کے قیدی واپس کر

دیئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں آپ ﷺ کے اسوہ پر عمل کا کس قدر جذبہ اور شوق تھا۔

5- اطاعتِ سنت کا اظہار: صحابہ کرامؓ نے جس طرح حضور اکرم ﷺ کے عمل کو دیکھتے ہوئے ہوازن کا مال اور ان کے قیدی واپس کر دیئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں آپ ﷺ کے اسوہ پر عمل کا کس قدر جذبہ اور شوق تھا۔

سوال: غزوۂ تبوک کے اسباب، واقعات، نتائج اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کی اہمیت پر تفصیلی بحث کیجئے۔

جواب

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک حضور اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخری غزوہ تھا۔ رجب 9ھ میں آپ ﷺ اس غزوہ کے لئے روانہ ہوئے اور پچاس دن بعد رمضان 9ھ میں مدینہ واپس پہنچے۔

اسباب:

1- قیصر کے خدشات: قیصرِ روم ہرقل عرب میں ایک منظم طاقت کو ابھرتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو کہ سارے عرب کو زیرِ نگیں کر رہی تھی۔ وہ یہ خدشہ محسوس کر رہا تھا کہ عرب کو زیرِ نگیں کرنے کے بعد اس منظم قوت کا رُخ روم کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ اسے جلد ہی یہ وقت آتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس طرح سے اسے اپنا اقتدار بھی خطرے میں محسوس ہو رہا تھا۔

2- سفیرِ رسول ﷺ کا قتل: حضور اکرم ﷺ نے حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم کی طرف ایک خط بھیجا۔ راستہ میں بلقاء پر مامور رومی گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے انہیں پکڑ کر شہید کر دیا۔ قاصدِ رسول ﷺ کا یہ قتل معرکۂ موتہ اور پھر غزوۂ تبوک کا سبب بنا۔

3- معرکۂ موتہ کا غصہ: قیصرِ روم کو یہ بھی غصہ تھا کہ معرکۂ موتہ میں مسلمانوں کا صرف تین ہزار کا لشکر اس کے دو لاکھ کے لشکر کو کافی نقصان پہنچا کر بخیر و عافیت واپس ہو گیا تھا۔

4- منافقین کا رابطہ: منافقین بھی ابو عامر فاسق کے ذریعے قیصر سے رابطہ کر چکے تھے اور اسے مدینہ پر حملے کے لئے ابھار رہے تھے۔

5- مدینہ پر حملہ کی تیاری: قیصر مدینہ پر حملہ کی تیاری بھی شروع کر چکا تھا کہ جس کے متعلق مدینہ میں اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔

6- رومی لشکر کی روانگی کی خبر: شام سے آنے والے چند نبطی تاجروں نے یہ اطلاع پہنچائی کہ قیصرِ روم ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا ہے، جس کا ہراول دستہ بلقاء تک پہنچ چکا ہے۔

واقعات:

جنگ کی تیاری کا اعلان: رومیوں کے متعلق ایسی اطلاعات ملنے پر حضور اکرم ﷺ نے رومیوں کے خلاف جنگ کی تیاری کا اعلان کر دیا کہ بجائے اس کے کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں اور مشکلات پیدا کریں، خود ان کے علاقے میں ہی ان کو منہ توڑ جواب دینا چاہیئے۔

تیاری کا آغاز: سخت گرمی کا زمانہ تھا، گذشتہ سال سے مسلمان قحط سالی سے بھی دوچار تھے اور اب پھل پک چکے تھے اور انہیں سنبھالنے کا بھی مسئلہ تھا، لیکن اس سب کے باوجود مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کا حکم ملتے ہی پوری ہمت و حوصلے سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

زیادہ مال کی ضرورت: اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے زیادہ سے زیادہ مال کی ضرورت کا اظہار کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ گھر کا سارا مال لے آئے، حضرت عمر فاروقؓ اپنا آدھا مال لے آئے، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بڑھ چڑھ کر صدقہ کیا، اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ نے جہاں تک ہو سکا مال جمع کروایا، عورتوں نے اپنے زیور اتار دیئے، کسی کے پاس اور کچھ نہ ہو سکا تو وہ سارا دن مزدوری کر کے ملنے والی اجرت ہی لے آیا۔

www.downloadclassnotes.com

اسلامی لشکر کی روانگی: حضور اکرم ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر قیصرِ روم ہرقل کے مقابلہ کے لئے نکلے۔

راستے کی صعوبتیں: اتنے بڑے لشکر کے پاس سامانِ خورد ونوش اور سواریوں کی قلت تھی۔ اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کے پاس ایک ایک اونٹ تھا کہ جس پر وہ باری باری سوار ہوتے۔ راستہ میں کئی دفعہ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑا۔

دیارِ ثمود سے گزر: راستہ میں لشکر کا گزر قومِ ثمود کی بستیوں پر سے ہوا۔ آپ ﷺ نے یہاں قیام نہ کرنے اور جلدی آگے بڑھ جانے کا حکم فرمایا۔

تبوک کا چشمہ: اسلامی لشکر تبوک کے چشمے پر پہنچا تو اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی آ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے چلو کے ذریعے اس میں سے تھوڑا سا پانی نکالا۔ جب کچھ پانی جمع ہو گیا تو آپ ﷺ نے اس سے چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے اور پانی دوبارہ چشمے میں انڈیل دیا۔ اس کے بعد چشمے میں معجزانہ طور پر خوب پانی آیا اور صحابہ کرامؓ نے سیر ہو کر پیا۔

تبوک میں قیام: اسلامی فوج نے جب تبوک پہنچ کر پڑاؤ کیا تو رومیوں پر ایسی ہیبت چھائی کہ ان میں مقابلے کی ہمت نہ ہوئی اور ان کا لشکر ادھر اُدھر کے شہروں میں منتشر ہو گیا۔

اَیلَہ، جرباء اور اُذرُح کی فتح: اَیلَہ کے حاکم یحنہ بن روبہ اور جرباء اور اُذرُح کے باشندوں نے خود حاضر خدمت ہو کر اطاعت قبول کر لی اور جزیہ دینا منظور کر لیا۔

دُومۃُ الجندل کی فتح: حضرت خالدؓ بن ولید کو حضور اکرم ﷺ نے ایک دستہ دے کر دُومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کے پاس بھیجا۔ حضرت خالدؓ اسے گرفتار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ اس نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔

غزوۂ تبوک کی اہمیت، نتائج اور اثرات: ذیل میں ہم اس اہم واقعہ کی تاریخ اسلام میں اہمیت اور اس سے مرتب ہونے والے نتائج و اثرات پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- سرحدی علاقوں پر اثر: تبوک میں اگرچہ مسلمانوں کو کسی مزاحمتی جنگ کا سامنا نہ کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود یہ ایک بڑی فتح تھی کیونکہ رومی بغیر جنگ کے ہی در حقیقت مغلوب ہو چکے تھے۔ اس سے سرحدی علاقوں پر بہت مثبت اثر پڑا۔

2- رومیوں پر مزید رعب: رومی معرکۂ موتہ میں ہی مسلمانوں سے مرعوب ہو چکے تھے، غزوۂ تبوک سے ان پر مسلمانوں کے رعب میں اضافہ ہو گیا۔

3- دوسرے علاقوں کی اطاعت: غزوۂ تبوک کے نتیجہ میں ایلہ، جرباء، اذرُح اور دومۃ الجندل کے علاقے مسلمانوں کے زیر اطاعت آئے۔

4- منافقین کی بے نقابی: غزوۂ تبوک کی تیاری کے دوران منافقین کھل کر سامنے آ گئے تھے۔ وہ مسلمانوں کو طعنے دیتے اور مذاق اڑاتے تھے کہ رومیوں کا مقابلہ آسان نہیں ہے جو تم ان کے مقابلے میں نکل رہے ہو۔

5- جرأت و حوصلے میں اضافہ: غزوۂ تبوک سے مسلمانوں میں بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکر لینے کی جرأت اور حوصلہ پیدا ہو گیا۔

6- سپر پاور کا زوال: روم کو اس وقت دنیا کی سپر پاور سمجھا جاتا تھا۔ لیکن یہ سپر پاور مسلمانوں کے مقابل آنے کی ہمت نہ کر سکی۔ اس طرح دیگر اقوام کی نظر میں بھی اس سپر پاور کی وہ حیثیت نہ رہی۔

سوال: حضور اکرم ﷺ کے حجۃ الوداع پر تفصیلی مضمون قلمبند کیجئے۔

☆ خطبہ حجۃ الوداع پر مفصل نوٹ لکھئے۔ (لاہور بورڈ 2008ء)

☆ خطبہ حجۃ الوداع انسانی منشور ہے اس پر مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2009ء)

☆ **خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات بیان کیجئے نیز اس خطبہ کی اہمیت لکھئے۔** (گوجرانوالہ بورڈ 2012ء)

جواب

حجۃ الوداع

حجۃ الوداع:

9ھ میں حضور اکرم ﷺ خود حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر فرما کر بھیج دیا تھا۔ 10ھ کے حج میں ہادی عالم ﷺ خود بھی تشریف لے گئے تھے اور اسی کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کے اس حج کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

اعلانِ حج: حضور اکرم ﷺ نے اپنے حج کے ارادے کا اعلان فرمایا تو فرزندانِ اسلام جوق در جوق جمع ہونے لگے۔

روانگی: ذیقعد کے باختلافِ روایات چار یا پانچ روز باقی تھے کہ جب آپ ﷺ نے بروز ہفتہ ظہر کے بعد مدینہ سے کوچ فرمایا۔ ھدی کے سو اونٹ بھی آپ ﷺ نے ہمراہ لے لئے تھے۔

ذوالحلیفہ میں ورود اور احرام: عصر کے وقت تک آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچ چکے تھے۔ یہاں آپ ﷺ نے عصر کی قصر نماز (سفر کی نماز) دو رکعت پڑھی اور یہیں سے احرام باندھا۔

مکہ میں داخلہ: 4 ذی الحج 10ھ بروز اتوار صبح کے وقت آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے۔

طواف و سعی: مسجد حرام میں پہنچ کر آپ ﷺ نے طواف کیا اور پھر صفا و مروہ پر سعی کی۔

احرام کھولنے کا حکم: اس کے بعد آپ ﷺ نے ان صحابہ کرامؓ کو حلال ہو جانے (یعنی احرام کھول دینے) کا حکم فرمایا کہ جو اپنے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) نہیں لائے تھے۔

بالائی مکہ میں قیام: اس کے بعد 8 ذی الحج تک آپ ﷺ نے بالائی مکہ میں قیام فرمایا۔

منیٰ میں: 8 ذی الحج بروز جمعرات آپ ﷺ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ 8 ذی الحج کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اور 9 ذی الحج کی فجر کی نماز یہیں پر ادا فرمائی۔

وقوفِ عرفات: 9 ذی الحج بروز جمعۃ المبارک طلوعِ آفتاب کے بعد آپ ﷺ عرفات روانہ ہوئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر بطنِ وادی میں وہ تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا کہ جسے خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کے گرد باختلاف روایات ایک لاکھ چوبیس ہزار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار فرزندان اسلام جمع تھے۔ حضرت ربیعہؓ بن امیہ بن خلف آپ ﷺ کے ارشادات کو بآوازِ بلند تک پہنچا رہے تھے۔

تکمیلِ دین: اسی موقع پر تکمیل دین سے متعلق سورۃ المائدہ کی آیت نازل ہوئی۔

ظہر و عصر: خطبہ سے فراغت کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان و اقامت کہی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر حضرت بلالؓ نے صرف اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی۔

مزدلفہ میں قیام: غروبِ آفتاب تک آپ ﷺ عرفات ہی میں رہے۔ غروبِ آفتاب کے بعد یہاں سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مزدلفہ میں آپ ﷺ نے مغرب و عشاء اکٹھی ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ عشاء کے وقت میں پڑھیں۔ رات یہیں پر قیام فرمایا۔

رمی جمرہ عقبہ: دوسرے دن 10 ذی الحج بروز ہفتہ آپ ﷺ فجر کی نماز کے بعد اُجالا ہو جانے پر لیکن طلوعِ آفتاب سے قبل منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ منیٰ میں بطن وادی سے جمرہ عقبہ یا جمرہ کبریٰ یا جمرہ اولیٰ (تینوں ایک ہی جمرے کے نام ہیں) کو سات کنکر مارے۔

www.downloadclassnotes.com

ھدی: رمی جمرہ عقبہ کے بعد آپ ﷺ نے ھدی کے 63 اونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے اور باقی 37 اونٹ ذبح کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو حکم فرمایا۔ اس طرح آپ ﷺ نے کل سو اونٹ قربان کئے۔

طوافِ افاضہ: اس کے بعد آپ ﷺ 10 ذی الحج کو ہی مکہ تشریف لے گئے اور طواف کیا' جسے طوافِ افاضہ یا طوافِ زیارت کہتے ہیں۔ 10 ذی الحج کو ہی آپ ﷺ نے ایک خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

قیامِ منیٰ: طواف کے بعد اسی روز آپ ﷺ دوبارہ منیٰ تشریف لے گئے اور ایامِ تشریق میں یہیں قیام فرمایا اور جمروں کی رمی کی۔ 11 ذی الحج بروز اتوار آپ ﷺ نے منیٰ میں ہی ایک اور خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

طوافِ وداع: 13 ذی الحج بروز منگل آپ ﷺ نے منیٰ سے کوچ فرمایا اور مکہ تشریف لا کر طواف فرمایا۔ جسے طوافِ وداع کہا جاتا ہے۔

واپسی: طوافِ وداع کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف واپسی کے سفر کا آغاز فرما دیا۔

خطبہ حجۃ الوداع: 9 ذی الحج 10 ھ بروز جمعۃ المبارک ہادیٔ کونین ﷺ نے میدانِ عرفان میں ایک تاریخی خطبہ دیا، جسے خطبہ حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم اس تاریخی خطبہ کے نکات ذکر کررہے ہیں:

حمد وثناء: ''سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ ہی کی پناہ چاہتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔''

شہادتین: ''اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔''

حاضرین کو متوجہ کرنا: ''اے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میں تمہارے لئے واضح بیان کرتا ہوں کیونکہ میں نہیں جانتا کہ شاید میں اپنے اس سال کے بعد اپنی اس جگہ پر تمہیں نہ مل سکوں۔''

تقویٰ اور بھلائی: ''اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں اور تمہیں اس کی اطاعت پر ابھارتا ہوں اور میں اس سے شروع کرتا ہوں کہ جو بھلائی کرے۔''

جان و مال اور عزت کی حرمت: ''اے لوگو! بے شک تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر تمہارے ربّ سے ملنے تک ایسے ہی حرام ہیں کہ جیسے تمہارے اس مہینے میں' تمہارے اس شہر میں تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔''

جاہلیت کی فضولیات ختم: ''خبردار! جاہلیت کا ہر قانون میرے قدموں کے نیچے پامال ہے۔''

جاہلیت کے جھگڑے: ''اور بے شک جاہلیت کا ہر خون ختم ہے اور بے شک تمہارا سب سے پہلا خون جو میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے (عامر) کا ہے' جو کہ بنولیث میں دودھ پی رہا تھا کہ اسے ہذیل (قبیلے کا نام) نے قتل کردیا تھا۔ پس یہ سب سے پہلا ہے کہ جس سے میں جاہلیت کے خونوں کے (خاتمے کے) متعلق ابتداء کررہا ہوں۔''

سود: ''اور بے شک جاہلیت کے سود ختم ہیں۔ تمہارے لئے تمہارے اصل سرمائے ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اور سب سے پہلا سود کہ جس سے میں (سود کے خاتمے کی) ابتداء کررہا ہوں وہ میرے چچا عباسؓ بن مطلب کا سود ہے۔''

جاہلیت کے اعزازات: ''اور بے شک جاہلیت کے سب اعزازات ختم ہیں سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے (کے اعزازات) کے۔''

رسم نسی کا خاتمہ: ''اے لوگو! بے شک نسی (مہینوں کا آگے پیچھے کرنا) کفر میں بڑھنا ہے۔ اس سے کافر گمراہ کئے جاتے ہیں۔ کسی سال

www.downloadclassnotes.com

اسے حلال قرار دے لیتے ہیں اور کسی سال اسے حرام قرار دے لیتے ہیں تا کہ وہ ان (مہینوں) کی تعداد پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ پس (اس طرح) وہ حلال کرتے ہیں جس کو اس نے حرام قرار دیا اور حرام کرتے ہیں جس کو اللہ نے حلال قرار دیا۔''

مہینوں کی تعداد: ''خبردار! بے شک زمانہ اپنی اس حالت کو لوٹ آیا ہے کہ جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینے کا ہے ان میں سے چار حرمت والے ہیں: تین پے درپے ہیں: ذیقعد، ذی الحج اور محرم اور ایک مضر کا رجب، جو دو جمادیوں اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔''

بنیادی احکام: ''بے شک یہ چار چیزیں ہیں: تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور کسی نفس کو ناحق قتل نہ کرو کہ جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور زنا نہ کرو اور چوری نہ کرو۔''

عبادات: ''اللہ سے ڈرو کہ جو تمہارا ربّ ہے اور اپنی پانچ نمازیں پڑھو، اپنے ایک ماہ کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے ربّ کے گھر کا حج کرو اور جب تمہیں کوئی حکم دیا جائے تو اطاعت کرو، تم اپنے ربّ کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

صغیرہ گناہوں پر تنبیہ: ''خبردار! شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی عبادت ہوگی، لیکن بعض ایسی چیزوں میں اس کی اطاعت ہوگی کہ جنہیں تم اپنے اعمال میں معمولی سمجھتے ہو، پس وہ خوش ہوگا۔''

گناہ کا وبال: ''خبردار! ہر جرم کرنے والا خود ہی اپنے جرم کا ذمہ دار ہوگا اور کوئی باپ اپنے بیٹے کا اور کوئی بیٹا اپنے باپ کا ذمہ دار نہیں ہو گا۔''

اخوت: ''اے لوگو! بے شک مؤمن (آپس میں) بھائی بھائی ہیں اور کسی مسلمان آدمی کے لئے اپنے بھائی کا مال جائز نہیں مگر اس کی اپنی خوشدلی سے۔''

مساوات: ''اے لوگو! بے شک تمہارا ربّ ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدمؑ سے ہو اور آدمؑ مٹی سے (بنے) تھے۔''

معیارِ فضیلت: ''خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر اور کسی سرخ کو کسی سیاہ پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہے۔''

حقوقِ زوجین: ''اے لوگو! بے شک تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے اور تمہارا اُن پر حق ہے: تمہارا اُن پر یہ (حق) ہے کہ وہ تمہارا بستر تمہارے علاوہ کسی کو نہ روندنے دیں اور تمہارے گھروں میں کسی ایسے شخص کو داخل نہ کریں کہ جسے تم ناپسند کرتے ہو مگر تمہاری اجازت سے اور وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ پس اگر وہ ایسا کریں تو بے شک اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان پر سختی کرو اور ان کے بستر الگ کر دو اور انہیں اس طرح مارو کہ نشان نہ پڑے (یعنی زیادہ سخت چوٹ نہ ہو) پس اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو ان کی خوراک اور ان کا لباس معروف کے مطابق تمہارے ذمہ ہے۔ اور بے شک عورتیں تو تمہارے پاس پابند ہیں اور وہ اپنے اوپر کچھ بھی اختیار نہیں رکھتیں۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور تم نے ان کی شرمگاہیں اللہ کے حکم سے حلال کی ہیں۔ پس عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔''

غلاموں سے حسنِ سلوک: ''تمہارے غلام، تمہارے غلام، جو خود کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی انہیں بھی پہناؤ۔ پس اگر وہ کوئی ایسی غلطی کر بیٹھیں کہ تم انہیں معاف نہ کرنا چاہو تو انہیں اللہ کے بندوں کو بیچ دو اور تم انہیں عذاب نہ دو۔''

قصاص و دیت: ''اور قتلِ عمد میں قصاص ہے اور (قتل) شبہ عمد وہ ہے کہ جو لاٹھی یا پتھر سے مارا جائے اور اس میں سو اونٹ ہیں۔ پس جو زیادہ کرے تو وہ اہلِ جاہلیت میں سے ہے۔''

ادائے امانت: ''پس جس کے پاس کوئی امانت ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کو ادا کرے کہ جس نے اس کو امانت دی تھی۔''

خاوند کے مال سے خرچ: ''کوئی عورت اپنے گھر میں سے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔''

قرض وعاریت وغیرہ: ''اُدھار لی ہوئی چیز واپس کی جائے اور عطیہ لوٹایا جائے اور قرض ادا کیا جائے اور ضامن ذمہ دار ہے۔''

وارثت ووصیت: ''اے لوگو! بے شک اللہ نے ہر وارث کے لئے وراثت میں سے اس کا حصہ تقسیم کر دیا ہے۔ پس کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اور تیسرے حصے سے زیادہ میں وصیت جائز نہیں۔''

نسب تبدیل کرنا: ''لڑکا اسی کا ہے کہ جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ جس نے خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کیا یا اپنے مالکوں کے علاوہ کسی اور کا مولیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ نہ اس سے کوئی بدلہ قبول ہوگا اور نہ معاوضہ۔''

اطاعت امیر: ''اگر تم پر کوئی چپٹی ناک والا سیاہ فام غلام امیر بنا دیا جائے اور وہ تمہیں اللہ کی کتاب کے مطابق چلائے تو اس (کے احکام) کو سنو اور اطاعت کرو۔''

گمراہی سے اجتناب: ''اور عنقریب تم نے اپنے ربّ سے ملنا ہے، پس وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''

کتاب وسنت: ''اور میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ ایک واضح امر ہے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔''

تبلیغ: ''پس چاہئیے کہ جو موجود ہے وہ غائب تک (یہ باتیں) پہنچا دے کہ کئی وہ کہ جن تک بات پہنچائی جائے خود سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔''

سوال: **حضور اکرم ﷺ کے مرضِ موت اور وصال پر مختصر نوٹ تحریر کیجئے۔**

جواب

مرضِ موت اور وصال

آغازِ مرض:

29 صفر 11ھ بروز منگل ایک جنازہ سے واپس تشریف لاتے ہوئے آپ ﷺ کے سر مبارک میں درد شروع ہوا اور پھر ساتھ ہی بخار بھی شروع ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ کے حجرے میں: ایک روز باقی ازواج مطہرات کی رضامندی سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں منتقل ہو گئے۔

نصائح: 7 ربیع الاوّل 11ھ بروز بدھ مسجد میں تشریف لا کر صحابہ کرامؓ کو کچھ وعظ ونصیحت فرمائی۔

صدیق اکبرؓ کی امامت: 8 ربیع الاوّل 11ھ بروز جمعرات مغرب تک کی نمازیں آپ ﷺ نے خود پڑھائیں لیکن پھر عشاء کی نماز کے لئے باوجود کوشش کے نہ جا سکے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا کہلا بھیجا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات تک صدیق اکبرؓ ہی نمازیں پڑھاتے رہے۔

ظہر کی امامت: 10 یا 11 ربیع الاوّل بروز ہفتہ یا اتوار ظہر کی نماز کے لئے آپ ﷺ دو صحابہ کرامؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے، پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے اشارے سے منع فرما دیا اور صدیق اکبرؓ کے پہلو میں تشریف فرما ہو گئے۔ اب حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بلند آواز میں تکبیر سنا رہے تھے۔

سب کچھ اللہ کی راہ میں: 11 ربیع الاوّل بروز اتوار اپنے سب غلاموں کو آزاد فرما دیا، گھر میں سات دینار پڑے تھے صدقہ کر دیئے اور

اپنے ہتھیار صحابہ کرامؓ کو ہبہ کر دیئے۔

صحابہ کرامؓ کے لئے آخری تبسم: 12 ربیع الاوّل بروز پیر فجر کی نماز کے وقت پردہ ہٹا کر مسجد میں جھانکا اور صدیق اکبرؓ کو جماعت کرواتے دیکھ کر تبسم فرمایا۔

حضرت فاطمہؓ سے سرگوشی: اسی روز حضرت فاطمہؓ کے کان میں اپنی وفات کا ذکر فرمایا تو وہ رو پڑیں، پھر آپ ﷺ نے انہیں بتلایا کہ میرے اہل و عیال میں تم سب سے پہلے مجھے ملوگی تو حضرت فاطمہؓ ہنس پڑیں۔ صرف چھ ماہ بعد ہی حضرت فاطمہؓ کے انتقال سے یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

زہر کا اثر: اس وقت آپ ﷺ کو یہودیہ عورت کے دیئے ہوئے زہر کا اثر محسوس ہو رہا تھا۔

آخری نصیحت: صحابہ کرامؓ کو آخری نصیحت نماز کی پابندی کرنے اور لونڈی غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی فرمائی۔

مسواک: حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے اشارے پر آپ ﷺ کو مسواک چبا کر نرم کر کے دی۔

چہرہ مبارک پر پانی: بار بار پانی میں ہاتھ ڈبو کر چہرہ مبارک پر ملتے۔

آخری الفاظ: تین دفعہ انگلی اٹھا کر "اللھم الرفیق الاعلی" فرمایا اور پھر ہاتھ جھک گیا اور لب خاموش ہو گئے۔

وفات: اسی روز 12 ربیع الاوّل 11ھ بروز پیر دوپہر سے قبل حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں انہی کی گود میں سر رکھے ہوئے تریسٹھ سال اور چار دن کی عمر میں محمد عربی ﷺ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

غسل: اگلے روز 13 ربیع الاوّل بروز منگل آپ ﷺ کو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضلؓ بن عباسؓ، حضرت قثمؓ بن عباسؓ، حضرت اسامہؓ بن زیدؓ اور حضرت صالحؓ نے غسل دیا۔

تکفین: تین سفید یمنی چادروں میں آپ ﷺ کو کفن دیا گیا۔

جنازہ: دس دس صحابہ کرامؓ نے باری باری بغیر امام کے حجرہ ہی میں نمازِ جنازہ ادا کی۔

قبر مبارک: حجرۂ عائشہؓ ہی میں حضرت ابوطلحہؓ نے لحد (بغلی قبر) کھودی۔

تدفین: منگل کا سارا دن جنازے میں گزر گیا اور بدھ کی رات شروع ہو گئی، اسی رات آپ ﷺ کو سپردِ خاک کیا گیا۔ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضلؓ بن عباسؓ، حضرت قثمؓ بن عباسؓ اور حضرت شقرانؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

سوال: **حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی اولاد کے متعلق مختصر نوٹ تحریر کیجئے۔**

جواب

ازواجِ مطہرات اور اولاد

ازواجِ مطہرات:

حضور اکرم ﷺ کی گیارہ ازواج مطہرات اور دو لونڈیاں تھیں:

ازواج:

1- حضرت خدیجہؓ: حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے ساتھ آپ ﷺ کی شادی بعثت سے قبل ہو چکی تھی اور ان کو سب سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہے۔ جب تک یہ زندہ رہیں آپ ﷺ نے کسی اور عورت سے شادی نہیں کی۔ ان سے حضور اکرم ﷺ کے دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ اور چاروں صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت امّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ آپ ﷺ

سے شادی سے قبل یہ بیوہ خاتون تھیں۔

2- حضرت سودہؓ: حضرت سودہؓ بنت زمعہ بھی حضرت خدیجہؓ کی طرح بیوہ خاتون تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات سے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے ان سے شادی کی۔

3- حضرت عائشہؓ: یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں اور ازواجِ مطہرات میں سے وہ واحد خاتون تھیں کہ جو حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت کنواری تھیں، باقی سب ازواجِ مطہرات بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ اُمہات المؤمنین میں سے سب سے زیادہ علمی مقام رکھتی تھیں۔

4- حضرت حفصہؓ: یہ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں اور آپ ﷺ سے شادی سے پہلے یہ بھی بیوہ عورت تھیں۔

5- حضرت زینبؓ بنت خزیمہ: ان کے پہلے خاوند حضرت عبداللہؓ بن جحش غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بیوہ ہو گئی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان شادی کر لی، لیکن صرف آٹھ ماہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہنے کے بعد وفات پا گئیں۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی صرف دو بیویوں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ نے ہی وفات پائی، باقی نو ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔ مساکین کی بہت زیادہ اعانت کی وجہ سے ان کا لقب ام المساکین مشہور ہو گیا تھا۔

6- حضرت امّ سلمہؓ: ان کا اصل نام ہندؓ بنت ابوامیہ تھا۔ یہ پہلے حضرت ابوسلمہؓ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ان سے شادی کر لی۔

7- حضرت زینبؓ بنت جحش: یہ حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ پہلے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے نکاح میں تھیں۔ طلاق ہو جانے کے بعد حضور اکرم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

8- حضرت جویریہؓ: حضرت جویریہؓ بنت حارث کا اصل نام برّہ تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھا تھا۔ ان کے والد بنی مصطلق کے سردار تھے۔ غزوہ بنی مصطلق میں قید ہو کر حضرت ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی، یعنی ایک مقررہ رقم کے بدلے آزاد کر دینے کا معاملہ طے کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف سے رقم ادا کر کے انہیں آزاد کروایا اور ان سے خود نکاح کر لیا۔ یہ پہلے اپنے قبیلہ میں بھی بیوگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔

9- حضرت امّ حبیبہؓ: یہ حضرت ابوسفیانؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا اصل نام رملہ تھا۔ پہلا خاوند عبیداللہ بن جحش حبشہ میں مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا تھا اور پھر حبشہ میں ہی مر گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔

10- حضرت صفیہؓ: یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ غزوۂ خیبر میں قید ہو کر آئیں۔ ان کی پہلے دو دفعہ شادی ہو چکی تھی اور ایک سے مطلقہ اور ایک سے بیوہ ہو چکی تھیں۔ گرفتار ہو کر حضرت دحیہؓ کے حصہ میں آئیں۔ آپ ﷺ نے ان سے خرید کر آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

11- حضرت میمونہؓ: حضرت میمونہؓ بنت حارث وہ آخری خاتون تھیں کہ جن سے آپ ﷺ نے نکاح فرمایا۔ یہ حضرت عباسؓ کی بیوی حضرت امّ الفضل لبابہؓ کی بہن تھیں۔ پہلے ایک خاوند سے مطلقہ اور دوسرے سے بیوہ تھیں۔

لونڈیاں:

1- حضرت ماریہ قبطیہؓ: انہیں مقوقس اسکندریہ و مصر جریج نے آپ ﷺ کی طرف بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ ان کے بطن سے حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ کے علاوہ آپ ﷺ کی کسی بیوی یا لونڈی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

2- حضرت ریحانہؓ بنت زید: بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنے لئے منتخب فرما لیا۔

نوٹ: مذکورہ بالا گیارہ ازواجِ مطہرات کے علاوہ دو اور خواتین سے بھی حضور اکرم ﷺ کے نکاح کا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن حال

وہ رخصت نہیں کی گئیں نہ: مذکورہ بالا دو لونڈیوں کے علاوہ ابوعبید نے دو اور لونڈیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

اولاد:

حضور اکرم ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں:

صاحبزادے

1- قاسم: آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے اور بعثت سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

2- عبداللہ: بعثت سے کچھ عرصہ بعد حضرت خدیجہؓ ہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور نہایت صغر سنی میں وفات پا گئے۔ انہی کی وفات پر کفار نے آپ ﷺ کو ابتر ہونے کا طعنہ دیا، جس پر سورۃ الکوثر نازل ہوئی۔ طیب، طاہر، مطیب اور مطہر انہی کے لقب تھے۔ ان القاب کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو آپ ﷺ کے صاحبزادوں کی تعداد میں غلطی لگی ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے صرف تین ہی تھے۔

3- ابراہیم: آٹھ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے اور بہت چھوٹی عمر میں دس ہجری میں ہی وفات پا گئے۔

صاحبزادیاں:

1- حضرت زینبؓ: یہ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھی۔ ان کی شادی حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع سے ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی اِن کا انتقال ہو گیا۔

2- حضرت رقیہؓ: اِن کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ اُس کے طلاق دے دینے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ سے شادی ہوگئی۔ یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں۔

3- حضرت امّ کلثومؓ: ان کا پہلا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا۔ اس کے طلاق دینے کے بعد ان کی بھی حضرت عثمان غنیؓ سے شادی ہوئی، جب کہ حضرت رقیہؓ وفات پا چکی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ صاحبزادی بھی آپ ﷺ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں۔

4- حضرت فاطمہؓ: ان کی شادی حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی اولاد میں سے صرف یہی ایک صاحبزادی زندہ تھیں، لیکن ان کا بھی آپ ﷺ کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد انتقال ہو گیا۔

سوال: **حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیجئے۔**

☆ **نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پر جامع نوٹ لکھئے۔** (گوجرانوالہ بورڈ 2010ء)

جواب

حضور اکرم ﷺ کی سیرت و کردار

ہادیٔ کونین ﷺ کی سیرت کے کئی پہلو ہیں اور آپ ﷺ کی سیرت کا ایک مختصر سے مضمون میں پوری طرح بیان ممکن نہیں ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی اخلاقِ خود قرآن حکیم گواہی دیتا ہے کہ:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ .(68 القلم 4)

اور بے شک آپ بڑے اخلاق پر ہیں۔

پھر قرآن حکیم نے صرف آپ ﷺ کے اخلاق کی گواہی ہی نہیں دی بلکہ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار اور آپ ﷺ کی سیرت کو قیامت تک کے انسانوں کے لئے ایک نمونہ بھی قرار دیا ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ .(33 الاحزاب 21)

البتہ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

اگر رحمتِ عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا بہترین خلاصہ دیکھنا ہو تو وہ خود آقا ﷺ کی زبانی ہم حضرت علیؓ سے مروی ایک روایت میں دیکھ سکتے ہیں کہ:

''معرفت میرا مال ہے' عقل میرے دین کی جڑ ہے' محبتِ الٰہی میرا سامان ہے' شوق میری سواری ہے' اللہ کی یاد میری رفیق ہے' اعتماد و توکل میرا خزانہ ہے' غم میرا ہم نشین ہے' علم میری اصلاح ہے' صبر میری چادر ہے' رضائے الٰہی میری غنیمت ہے' فقر و فاقہ میرا فخر ہے' زہد میرا پیشہ ہے' یقین میرا قول ہے' سچائی میرا حقیقی رفیق ہے' اطاعتِ الٰہی میرا حسب ہے' جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

ذیل میں ہم رحمتِ عالم ﷺ کی سیرت و کردار کے صرف چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

1- صداقت: محمد عربی ﷺ نبوت سے پہلے بھی صادق کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ جس وقت آپ ﷺ نے کوہ صفا سے پہلی دفعہ دعوتِ توحید کا اعلان کیا تو اس سے پہلے آپ ﷺ نے اہلِ مکہ سے اپنی صداقت کی گواہی بھی لی اور سب نے آپ ﷺ کو صادق القول تسلیم کیا۔

2- امانت و دیانت: صادق کے علاوہ نبوت سے قبل آپ ﷺ کا لقب امین بھی تھا۔ آپ ﷺ کی امانت و دیانت کا آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی اعتراف تھا' اسی لئے جس وقت آپ ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی اس وقت بھی ان اہل مکہ کی آپ ﷺ کے پاس امانتیں موجود تھیں کہ جو آپ ﷺ کے جانی دشمن تھے۔

3- خواہشات نفسانی سے پاک: سرورِ کونین ﷺ خواہشات نفسانی سے اس قدر پاک تھے کہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات تک بھی نہیں کرتے تھے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى O(53 النجم 3)

اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔

4- رحمت و ترحم: نبی رحمت ﷺ کی رحمت و ترحم کے متعلق خود ربِّ قدوس کا ارشاد ہے کہ:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O(21 الانبیاء 107)

اور ہم نے آپ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

5- دردِ دل: رحمتِ عالم ﷺ کے دل میں اپنوں کے علاوہ پرایوں اور دشمنوں کے لئے بھی درد تھا۔ جان کے دشمنوں کے ایمان نہ لانے پر بھی کڑھتے رہتے اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہتے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا .(18 الکھف 6)

پس شاید آپ ان کے پیچھے اپنی جان کھو دینے والے ہیں اگر وہ ایمان نہ لائیں۔

6- سہولتیں پیدا کرنے والے: حضور اکرم ﷺ اہلِ ایمان کے بوجھ ہٹانے والے اور ان کے لئے نرمی اور سہولت پیدا کرنے والے تھے۔

وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ .(7 الاعراف 157)

اور ان پر سے ان کے بوجھ اتارتا ہے۔

7- تذکیر و نصیحت: ہادیٔ عالم ﷺ نے ہمیشہ تذکیر و نصیحت کو اپنا شیوہ بنائے رکھا۔

فَذَكِّرْ قف اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ O.(88 الغاشیہ 21)

پس تو سمجھائے جا' بے شک تو سمجھانے والا ہی ہے۔

8- تحمل و بردباری: آپ ﷺ نے ہمیشہ تحمل و بردباری کا مظاہرہ کیا۔

وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص.(3 ال عمران 159)

اور اگر تو تند خو' سخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے متفرق ہو جاتے۔

9- توکل علی اللہ: حضور اکرم ﷺ کا ہر معاملہ میں صرف اللہ پر توکل ہوا کرتا تھا۔

قُلْ حَسْبِيَ ط اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ O.(39 الزمر 38)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ کافی ہے' بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کیا کرتے ہیں۔

10- شکر گزاری: آنحضرت ﷺ اللہ کے نہایت شکر گزار بندے تھے۔ ایک دفعہ جب آپ ﷺ کی کثرتِ عبادت کو دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سوال کیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں پھر آپ ﷺ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا:

"افلا اکون عبدا شکورا."

کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

11- قول و فعل کی مطابقت: ہادیٔ کونین ﷺ کے قول و فعل میں تضاد نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کی تبلیغ اور آپ ﷺ کا عمل ایک ہی تھا۔ اسی لئے جب ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے جواب میں فرمایا:

"کان خلقہ قرآن"

آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

12- عدل و انصاف: منصفِ اعظم ﷺ عدل و انصاف کے پیکر تھے۔ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ مخزومیہ کے چوری کرنے پر جب اس کی سفارش کی گئی تو آپ ﷺ نے عدل کی عظیم مثال قائم کرتے ہوئے فرمایا:

"تم سے پہلی قومیں بھی اسی وجہ سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی تھی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ خدا کی قسم اگر فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

13- سخاوت: حضور اکرم ﷺ نہایت سخی و فیاض اور فراخ دل تھے۔ ایک دفعہ ایک بدو نے آپ ﷺ سے بکریاں مانگیں، آپ ﷺ نے بکریوں کا ریوڑ اس کو عطا کر دیا۔ اپنے قبیلے میں جا کر کہنے لگا: "بھائیو! اسلام قبول کر لو محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ مفلسی کا ڈر نہیں رہتا۔

14- خدمتِ خلق: آپ ﷺ ہر ایک کے کام آتے اور ہر ایک کی خبر گیری فرماتے تھے۔ حضرت ہندؓ بن ابو ہالہ نے ایک دفعہ آپ ﷺ کے اوصاف گنواتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"آپ ﷺ اپنے اصحاب کی خبر گیری کرتے اور لوگوں کے حالات دریافت فرمایا کرتے تھے۔"

15- عفوو درگزر: آپ ﷺ اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ چاہتے تو اہل مکہ سے گن گن کر بدلے لے سکتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط.(12 یوسف 92)

www.downloadclassnotes.com

آج کے دن تم پر کچھ الزام نہیں۔

16- ایفائے عہد: آپ ﷺ وعدہ و معاہدہ کے انتہائی پابند تھے۔ کبھی کسی سے وعدہ خلافی یا معاہدہ شکنی نہیں کی۔ صلح حدیبیہ کی شرائط اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں لیکن آپ ﷺ نے معاہدے کی پابندی میں حضرت ابوجندلؓ اور حضرت ابوبصیرؓ کو واپس اہلِ مکہ کے سپرد کر دیا اور پھر کفار نے ہی یہ معاہدہ توڑا۔ حضرت عبداللہؓ بن حمساء سے آپ ﷺ نے انتظار کا وعدہ کیا تو تین دن تک ان کا ایک جگہ انتظار کیا۔

17- شجاعت و بہادری: شجاعت و بہادری میں بھی مجاہدِ اعظم ﷺ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ غزوۂ حنین میں جب تیروں کی بوچھاڑ سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ بھاگنے لگ گئے تھے تو بھی آپ ﷺ کا رُخ کفار ہی کی طرف تھا اور آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار آگے کی طرف ہی بڑھ رہے تھے۔

18- فہم و فراست: حضور اکرم ﷺ نہایت مدبر اور معاملہ فہم تھے۔ معاملہ کو سمجھ کر اس کا نہایت احسن انداز میں فیصلہ فرماتے۔ نبوت سے پہلے جب خانہ کعبہ کی تعمیر میں حجرِ اسود کی تنصیب کے معاملہ میں مختلف قبائل کا آپس میں جھگڑا شروع ہو گیا تو آپ ﷺ نے نہایت حکیمانہ انداز میں فیصلہ فرمایا۔

19- خوش مزاجی: آپ ﷺ نہایت خوش مزاج بھی تھے۔ ہلکا پھلکا اور سلجھا ہوا مزاح پسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت نے جنت کی دعا کرنے کی گزارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں جائے گا۔ وہ عورت پریشان ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب جوان ہو کر جائیں گے۔

20- صبر و استقامت: اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں دیں لیکن آپ ﷺ نے نہایت پامردی سے صبر و استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور دعوتِ توحید میں لچک نہ آنے دی۔

21- مساوات: حضور اکرم ﷺ مساوات کے داعی تھے اور خود اپنی ذات کو بھی اپنے اصحابؓ سے برتر نہیں سمجھتے تھے۔ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح اپنے غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دیا۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر خود بھی صحابہؓ کے ساتھ مل کر خندق کی کھدائی کا کام کیا۔

22- سادگی: آپ ﷺ نہایت سادہ طبیعت اور مزاج کے مالک تھے۔ اپنے لئے کوئی امتیازی جگہ پسند نہ فرماتے، اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرنا پسند فرماتے، کسی کام میں عار نہ محسوس فرماتے۔

23- مہمان نوازی: آپ ﷺ بہت زیادہ مہمان نواز بھی تھے۔ مہمانوں کی ہر قسم کی ضروریات کا خیال فرماتے۔ اگر کبھی کسی مہمان کو ٹھہرانے اور اس کی تواضع کا گھر میں انتظام نہ ہو سکتا تو کسی صحابیؓ کی ذمہ داری لگا دیتے۔

24- عاجزی و انکساری: تاجدارِ عالم ﷺ میں عاجزی و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو عاجزی و انکساری کے ساتھ اس قدر جھکے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک اونٹ کی کوہان سے چھو رہا تھا۔

25- طہارت و پاکیزگی: آپ ﷺ اپنے جسم و لباس اور ماحول کی ہر قسم کی ظاہری و باطنی طہارت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ صفائی کو اس قدر اہمیت دیتے کہ اسے نصف ایمان قرار دیا۔

26- شرم و حیا: محمد عربی ﷺ شرم و حیا کے پیکر تھے۔ آپ ﷺ کی نگاہ ہمیشہ جھکی رہتی۔ آپ ﷺ نے حیا کو ایمان کا ایک شعبہ قرار دیا

ہے۔

27- زہد و تقویٰ: ایک نبی ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ معصوم تھے اور کسی کبیرہ تو کیا صغیرہ گناہ کا بھی آپ ﷺ سے شائبہ تک نہیں ہوسکتا۔ ہر وقت اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد میں مگن رہتے۔

28- جامع کمالات: حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ جامع کمالات تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار میں ہر قسم کی خوبی موجود تھی اور آپ ﷺ سیرت و کردار اور اخلاق کی ہر قسم کی خامی سے مبرّا تھے۔

سوال: عہد نبوی ﷺ کے انتظامِ سلطنت پر جامع مضمون تحریر کیجئے۔

جواب

عہدِ نبوی ﷺ کا انتظامِ سلطنت

حضور اکرم ﷺ کے دورِ حیات میں ہی مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی اور حضور اکرم ﷺ اس پہلی اسلامی ریاست کے سربراہ تھے۔ آپ ﷺ کے دور سے ہی انتظامِ سلطنت کو ایک منظم انداز مل چکا تھا۔ ذیل میں ہم آپ ﷺ کے انتظامِ سلطنت کے اہم خدوخال پر ایک نظر کر رہے ہیں:

1- حاکمیتِ اعلیٰ: حاکمیتِ اعلیٰ اور اقتدارِ اعلیٰ کا اختیار اللہ ہی کے لئے تھا۔ آپ ﷺ اللہ رب العزت ہی کی ہدایت کے مطابق انتظامِ سلطنت چلا رہے تھے۔ وحی ایک ایسا ذریعہ تھی جو پیغامِ ربانی کو آپ ﷺ تک پہنچانے کے لئے ایک رابطہ کا کام دے رہی تھی۔

2- سربراہ: حضور اکرم ﷺ خود اس ریاست کے پہلے سربراہ تھے۔ آپ ﷺ کا انتخاب ایک سربراہ کی حیثیت سے خود ربِّ قدوس نے کیا تھا۔ "ریاست کے دستور" میثاقِ مدینہ میں باقاعدہ آپ ﷺ کو سربراہ تسلیم کیا گیا تھا اور صرف مسلم آبادی نے ہی نہیں بلکہ "غیر مسلم اقلیتوں" نے بھی آپ ﷺ کو سربراہ تسلیم کر لیا تھا۔

3- شوریٰ: ریاست کے امور باہمی مشاورت سے سرانجام پاتے تھے۔ حالات کے مطابق مہاجرین و انصار کو جمع کر کے مشورہ کیا جاتا۔ اذان کے متعلق مشورہ، غزوۂ بدر کے متعلق مشورہ، بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ، غزوۂ احد کے متعلق مشورہ، غزوۂ خندق کے متعلق مشورہ، یمن کے گورنر کی حیثیت سے حضرت معاذؓ بن جبل کے تقرر کے متعلق مشورہ وغیرہ سب واضح مثالیں ہیں کہ انتظامِ سلطنت باہمی مشورہ سے چلایا جاتا تھا۔

4- دستور: اسلامی ریاست کے قیام کے بالکل ابتدائی دنوں میں ہی میثاقِ مدینہ کے نام سے اسلامی حکومت کا پہلا دستور مرتب کر لیا گیا تھا، جسے کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔ اس دستور کی دفعات دو حصوں میں تھیں: ایک حصے کی دفعات مہاجرین و انصار کے متعلق تھیں اور دوسرے حصے کی دفعات مسلمانوں اور یہود و دیگر قبائل کے تعلقات کے متعلق تھیں۔

5- عمال کا تقرر: حضور اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں میں اپنے عمال کا بھی تقرر کیا، مثلاً مکہ میں حضرت عتابؓ بن اسید، یمن میں حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، نجران میں حضرت ابوسفیانؓ، عمان میں حضرت عمروؓ بن العاص، طائف میں حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص اور بحرین میں حضرت علاءؓ بن الحضرمی کا تقرر کیا گیا۔

6- فوجی نظام: عہدِ نبوی ﷺ میں مجاہدین کی قربانیاں اس دور کے فوجی نظام کے استحکام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ حکمِ ربانی کے مطابق مسلمان کسی بھی خطرہ سے نپٹنے کے لئے اور اپنے دفاع کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ بعض اوقات خود حضور اکرم ﷺ میدانِ جہاد میں نکلتے

اور بعض اوقات کسی دوسرے کمانڈر کی قیادت میں فوج بھیجتے۔

7- عدالتی نظام: دورِ نبوی ﷺ میں عدالتی نظام بہت مختصر تھا۔ قاضی آپ ﷺ خود تھے اور تمام فیصلے آپ ﷺ ہی فرماتے، خواہ وہ مسلمانوں کے ہوتے یا غیر مسلموں کے۔ میثاقِ مدینہ کے دونوں حصوں میں آپ ﷺ کو منصف اور قاضی تسلیم کیا گیا تھا۔ البتہ بعد میں سلطنت کی حدود میں وسعت کے ساتھ ساتھ جب آپ ﷺ نے مختلف علاقوں میں اپنے عمال مقرر فرمائے تو ان عمال کو اپنے اپنے علاقے میں قاضی کی حیثیت بھی حاصل تھی۔

8- محکمۂ پولیس: مجرموں کو سزائیں دینے کے لئے اگرچہ مختلف اوقات میں مختلف صحابہ کرامؓ کو بلایا جاتا تھا لیکن حضرت قیسؓ بن سعد انصاری، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ وغیرہ چند افراد اس سلسلہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت قیسؓ بن سعد انصاری کی حیثیت تو تقریباً پولیس انسپکٹر کی سی تھی۔ مجرموں کو سزائیں دینے کے علاوہ بازار وغیرہ کے معاملات کی نگرانی کا بھی اہتمام تھا۔ آپ ﷺ کسی بھی وقت کسی صحابیؓ کو اس خدمت پر مامور فرماتے کہ حالات کا جائزہ لیں۔

9- نائبین اور قائم مقام امیر: حضور اکرم ﷺ سفر وغیرہ پر جاتے وقت مدینہ منورہ میں امامت اور انتظامی امور کے لئے کسی نہ کسی کو اپنا قائم مقام بنا جاتے۔ نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو یہ شرف کئی دفعہ حاصل ہوا۔ ان کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضرت عبداللہؓ بن رواحہ، حضرت ابولبابہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا۔

10- ترجمان: دوسرے علاقوں سے آنے والے کئی وفود کی زبان سے حضور اکرم ﷺ کو واقفیت نہ ہوتی اور اسی طرح ان کے خطوط بھی مختلف زبانوں میں آتے، چنانچہ ترجمہ کے لئے ترجمان کی ضرورت ہوتی۔ اس مقصد کے لئے حضرت زیدؓ بن ثابت نے آپ ﷺ کے حکم سے عبرانی زبان اور رسم الخط سیکھا، علاوہ ازیں انہوں نے سریانی زبان بھی سیکھی۔ المسعودی نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی سیکھی تھیں۔

11- سفراء: حضور اکرم ﷺ کا پیغام لے کر کئی مواقع پر صحابہ کرامؓ دوسرے علاقوں میں گئے، مثلاً مختلف بادشاہوں کے نام خط دے کر آپ ﷺ نے سفیر اور قاصد بھیجے۔ حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف، حضرت حاطبؓ بن ابوبلتعہ کو مقوقس کی طرف، حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی کو کسریٰ کی طرف اور حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کو قیصر کی طرف بھیجا گیا۔

12- کاتب: اسلام سے قبل عرب معاشرہ میں لکھنے پڑھنے کا خاص رجحان اور رواج نہ تھا اور چند افراد ہی ایسے ہوتے تھے کہ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ابتدائے وحی سے ہی اہلِ قلم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وحی کے علاوہ خطوط اور خطوط کے جوابات اور دیگر کئی امور میں تحریر کی ضرورت محسوس ہوتی، چنانچہ وہ صحابہ کرامؓ کہ جو فنِ تحریر سے آشنا تھے ان کی ذمہ داری لگائی جاتی۔ اس سلسلہ میں خلفائے اربعہ اور حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بعد میں اسلام نے فنِ تحریر کو مزید رواج دینے کی کوشش کی۔ غزوۂ بدر کے فدیہ نہ دے سکنے والے قیدیوں میں سے لکھنا جاننے والے افراد کے لئے بچوں کو لکھنا سکھانے پر رہائی کا وعدہ اس کی واضح مثال ہے۔

13- امورِ دفتر: بہت منظم انداز میں اگر تسلیم نہ بھی کیا جائے تو بھی بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دور میں بہت سے دفتری امور سرانجام دیئے گئے۔ مردم شماری کی رپورٹوں کی تیاری، رضا کاروں کے ناموں کا اندراج، صدقات وصول کرنے والے عمال کا حساب کتاب، مالی لین دین کی دستاویزات، معاہدوں اور صلح ناموں کی تحریر اور مالِ غنیمت و سرکاری اموال کا اندراج وغیرہ وہ امور ہیں کہ جو دورِ نبوی ﷺ میں بھی سرانجام دیئے گئے۔

14- مہرِ حکومت: حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ارسال کردہ خطوط اور پیغامات مہر کئے ہوئے ہوتے تھے۔ اس مقصد کے لیے

آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ اس پر تین سطروں میں "محمد رسول اللہ" اس ترتیب سے

کھدا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد یہ مہر یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے پاس رہی اور پھر حضرت عثمانؓ سے کسی کنویں میں گر گئی۔

15- معاشی نظام: دورِ نبوی ﷺ میں اگرچہ باقاعدہ بیت المال قائم نہ ہوا تھا لیکن زکوٰۃ و صدقات کی وصولی اور مناسب مصارف پر ان کی تقسیم وغیرہ کا انتظام موجود تھا۔ مختلف مقامات سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے صحابہ کرامؓ کو بھیجا جاتا۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عدیؓ بن حاتم اور حضرت مہاجرؓ بن ابوامیہ وغیرہ کے نام ان افراد میں شامل ہیں۔

16- محکمۂ تعلیم: محکمۂ تعلیم کے انچارج آپ ﷺ خود تھے۔ موقع کی مناسبت سے آپ ﷺ خود تعلیم و تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے۔ صفہ کی درسگاہ کا قیام، جسے پہلی باقاعدہ اسلامی یونیورسٹی کہا جاسکتا ہے، آپ ﷺ کے دور میں نظامِ تعلیم کی واضح مثال ہے۔ بدر کے قیدیوں کے متعلق فیصلہ بھی اس سلسلہ کی اہم کڑی ہے۔ حسبِ ضرورت صحابہ کرامؓ کو بھی مختلف علاقوں میں تعلیمی مقاصد کے لیے بھیجا گیا۔

17- وفود: مختلف علاقوں سے بہت سے وفود بھی دربارِ نبوی ﷺ میں حاضری دیتے۔ ان وفود کے قیام کا انتظام عموماً مسجد نبوی میں کیا جاتا اور کبھی بعض صحابہ کرامؓ کے گھروں میں وفود میں آئے ہوئے افراد کو مہمان بنا دیا جاتا۔ وفد بنو تمیم، وفد کلاب، وفد نصاریٰ نجران وغیرہ مشہور ہیں۔

☆☆☆☆☆☆